غیر مقلّدین

کے اعتراضات اور انکے جوابات
مع احناف کے دلائل
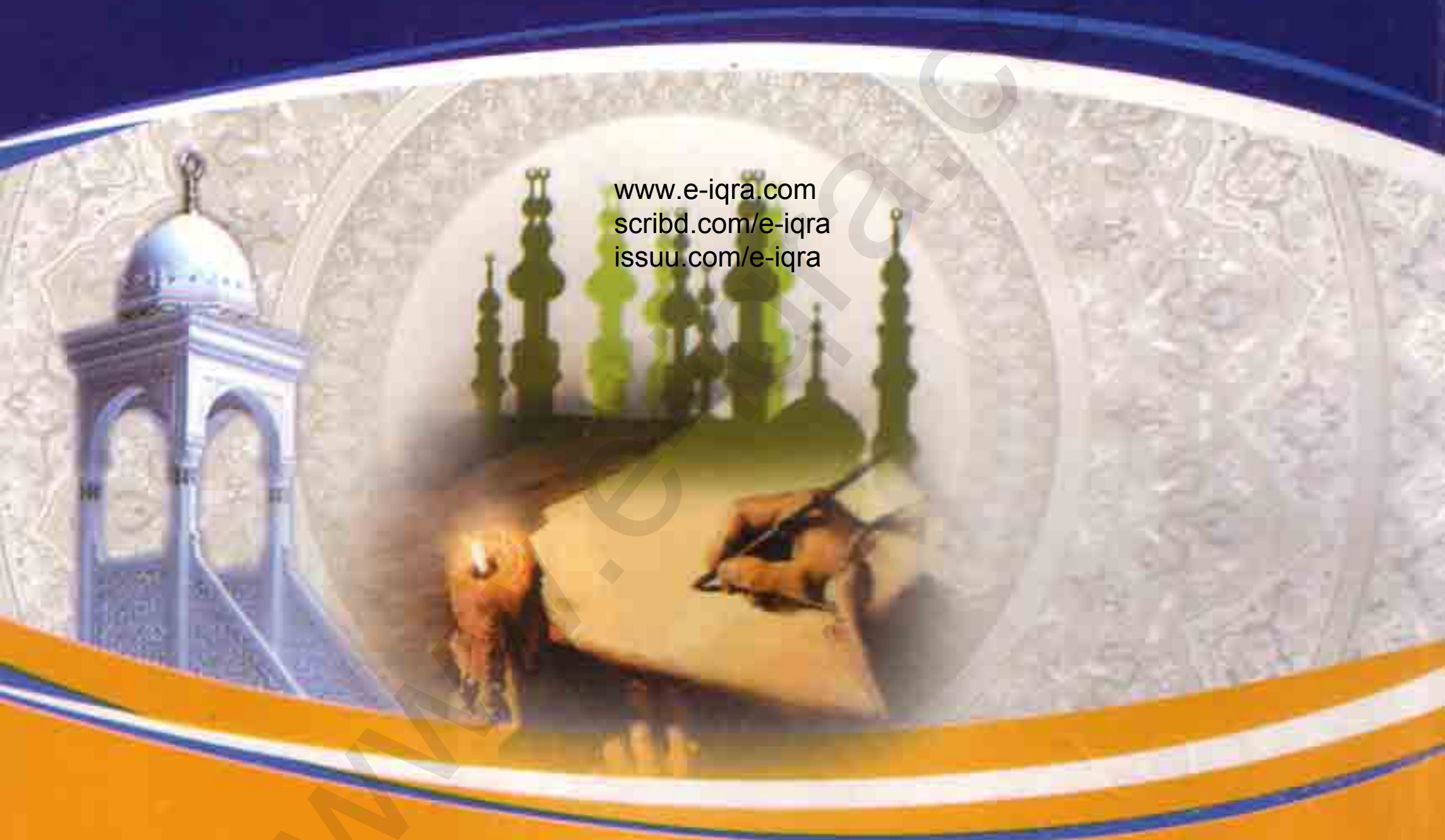
مؤلف: مولانا احمد علی شیخ شہدادکوٹ
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اسلامی کتب خانہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فہرست

مضمون | صفحہ نمبر

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الکریم. اما بعد:

آجکل کے زمانہ میں جہاں کفر و الحاد کے طوفان نئی نئی شکلوں سے اٹھ رہے ہیں، احادیث کو ناقابل اعتماد ٹھہرایا جا رہا ہے، قرآن میں طرح طرح کی تحریف معنوی کیلئے ادارے بنائے جا رہے ہیں۔ ایسے موقع پر کسی بھی خدا ترس، ذی شعور اور ذی علم کیلئے اس کا موقع نہیں تھا کہ وہ ان فروعی مسائل کی بحثوں کو تازہ کر کے ایک نیا فتنہ قرآن و حدیث کے ماننے والوں میں پیدا کرتا، مگر افسوس کا مقام ہے کہ غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث یا جماعت المسلمین کہلواتے ہیں ان لوگوں کی فکریں، محنت، دعوت صرف اس میں خرچ ہوتی ہیں کہ حنفی مسلمانوں کو گمراہ، بے نمازی بلکہ کافر و مشرک قرار دیں۔ خاص کر فرقہ جماعت المسلمین والے تو اپنے فرقہ کے لوگوں کے سوا پوری دنیا کے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں حتیٰ کہ امامِ کعبہ کو بھی مسلم نہیں سمجھتے، حج و عمرہ کے موقع پر امام کعبہ کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے۔ غیر مقلدین حضرات نے خاص کر رفع یدین، آمین بالجہر، قراءۃ خلف الامام اور تقلید جیسے مسائل میں لوگوں کو الجھا رکھا ہے۔ اس کے برعکس میں نہیں جانتا کہ کبھی ہمارے کسی سنّی نے کسی غیر مقلد کے پاس جا کر اس کو وہم میں ڈالا ہو کہ آپ کی نماز نہیں ہوتی۔ تبلیغی جماعت والے جب کسی بے نمازی پر اللہ سے دعائیں کرتے ہوئے محنت کرتے ہیں اور وہ نماز

پڑھنا شروع کردیتا ہے تو غیر مقلدین حضرات اس کے پاس آکر اس کے سینہ میں وسوسہ ڈالتے ہیں کہ آپ کی نماز نہیں ہوتی۔ مجھے غیر مقلدین حضرات کی اس حرکت پر بہت افسوس ہوتا ہے۔

غیر مقلدین حضرات کی یہ عادت ہے کہ اپنے مسلک کے خلاف ہر حدیث کو ضعیف قرار دینے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ ان کے خود کے دلائل اکثر ضعیف حدیثوں سے ہوا کرتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہماری دلیل میں پیش کی گئی کسی حدیث کی کئی سندیں ہوتی ہیں ان میں سے ایک سند میں تو کوئی ضعیف راوی ہوتا ہے لیکن دوسری سندیں بالکل صحیح ہوتی ہیں، غیر مقلدین حضرات اس ایک ضعیف سند کے بارے میں قول پیش کرتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ناظرین سے اور خاص طور پر غیر مقلدین سے گذارش ہے کہ اس بات کو خصوصیت کے ساتھ نوٹ کریں کہ امام ابو حنیفہؒ کی پیدائش ۸۰ھ اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی، امام ابو حنیفہؒ تابعی تھے۔ بہت سے صحابہؓ سے حدیثیں براہِ راست بھی سنی ہیں۔ کوئی حدیث اگر ضعیف ہوتی ہے کسی ضعیف راوی کی وجہ سے تو وہ راوی امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ سے بہت زمانہ بعد کا ہوتا ہے، امام ابو حنیفہؒ نے تو اس ضعیف راوی سے روایت نہیں لی ہوتی۔ اسلیے وہ حدیث امام ابو حنیفہؒ کے دور میں بالکل صحیح تھی۔ صحاح ستہ والے (امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابو داؤدؒ، امام ترمذیؒ، امام ابن ماجہؒ، امام نسائیؒ) بعد کے زمانہ کے ہیں امام ابو حنیفہؒ ان سب سے پہلے زمانہ کے ہیں، خیر القرون کے زمانہ کے ہیں۔ کچھ غیر مقلدین سے یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ صحیح حدیثیں صرف صحاح

ستہ اور خاص کر بخاری و مسلم میں ہیں، اگر کوئی شخص اپنے مسلک پر ان کے خلاف کوئی ایسی حدیث پیش کرے جو صحاح ستہ کے علاوہ کسی معتبر کتاب میں ہو تو اس کو قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ اس کا ذکر صحاح میں نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات واقعہ کے برخلاف ہے۔ اتنی بات تو درست ہے کہ صحاح ستہ کی اکثر احادیث صحیح ہیں۔ مگر یہ بات بالکل غلط ہے کہ سب صحیح حدیثیں صرف ان ہی کتابوں کے اندر ہیں۔ بلکہ دیگر کتب حدیث میں بھی صحیح اور مستند روایتوں کا معتبر ذخیرہ موجود ہے۔

کچھ ساتھیوں نے ان فروعی اختلافات کے متعلق مطالعہ کیلئے کتابیں خرید بھی لیں، لیکن اتنی ضخیم کتابوں کے مطالعہ کیلئے کافی وقت درکار ہوتا ہے جو اس مصروف دور میں خود ایک مسئلہ ہے، اور کچھ ساتھیوں کو ان کتب کی قیمت خرید کا مسئلہ ہو رہا تھا۔ ان تمام مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے بندہ نے یہ سوچا کہ کوئی مختصر کتاب ہو جس میں غیر مقلدین کے ساتھ عام طور پر پیش آنے والے خاص خاص مسائل زیر بحث آجائیں اور ہر مسئلہ مختصر اور مدلل ہو۔ ماننے والے کے لیے تو ایک دلیل بھی کافی ہوتی ہے اور نہ ماننے والے کے لیے تو قرآن اور تمام احادیث مبارکہ بھی ناکافی ہے، کہیں ایک یا دو دلیل پر ہی اکتفاء کیا ہے تو کہیں مسئلہ کی اھمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے زیادہ دلائل دیے ہیں۔ اور جہاں ضرورت تھی وہاں غیر مقلدین کے مسلک کے دلائل کے مدلل جوابات بھی دیے ہیں۔ اس بات کی کوشش کی ہے کہ یہ مختصر سا رسالہ بہت سی کتب کا ضرورت کے وقت نعم البدل ثابت ہو اور اسکی موجودگی میں کوئی عام

مسلمان اپنی ناواقفیت کی وجہ سے کسی غیر مقلد کے ہاتھ لگ کر اپنے ایمان کی کشتی نہ ڈبولے۔ وما توفیقی الا باللہ

طالبِ دعا:
احمد علی شیخ شہداد کوٹ (سندھ)
(فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

1: نمازِ جمعہ کیلئے دو اذانیں

دلیل: عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدٍ (رضی اللّٰہ عنہ) يَقُوْلُ اِنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهٗ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنبَرِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ (رضی اللّٰہ عنہما) فَلَمَّا كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَكَثُرُوْا أَمَرَ عُثْمَانُ (رضی اللّٰہ عنہ) يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَأُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ.

(بخاری ص۱۲۵ ج۱ قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ پہلے اذان جمعہ کے دن اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا حضورﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایسا ہی تھا پھر جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں لوگ زیادہ ہوگئے تو حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے دن تیسری اذان (اقامت کے ساتھ) کا حکم دیا، پس زوراء مقام پر اذان کہی گئی اور پھر اسی پر معاملہ پختہ ہوگیا (کہ ہر شہر میں امت مسلمہ جمعہ کے دن دو بار اذان کہنے لگی)۔

2: اقامت کے الفاظ بھی اذان کی طرح دو، دو

ہمارے احناف کے نزدیک اقامت کے کلمات ۱۷ ہیں، اذان کی طرح اقامت بھی دوہری دوہری کہتے ہیں، صرف اقامت میں قد قامت الصلوۃ، قد قامت الصلوۃ کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور یہی حضرت بلالؓ والی اقامت ہے اور یہی حضور ﷺ کے سامنے اقامت کہی جاتی تھی۔

امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداوٗدؒ، امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ کے استاد امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اپنی حدیث کی کتاب مصنّف ابن ابی شیبہ میں اقامت دوہری ہونے کی روایات لائے ہیں۔

دلیل نمبر ۱ : اِنَّ بِلَالًا کَانَ یُثَنِّی الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ.

(مصنّف ابن ابی شیبه ص ۲۳۴ ج ۱ مکتبه امدادیه ملتان)

ترجمہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت دوہری کہتے تھے۔

دلیل نمبر ۲ : عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ بِلَالٍ قَالَ: کَانَ اَذَانُهُ وَ اِقَامَتُهُ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ. (مصنّف عبدالرزاق ص ۴۶۳ ج ۱ بیروت)

ترجمہ: حضرت اسودؒ سے مروی ہے کہ حضرت بلالؓ کی اذان اور اقامت دوہری دوہری تھی۔

دلیل نمبر ۳ : عَنِ الرَّبِیْعِ بْنِ قَیْسٍ أَنَّ عَلِیًّا کَانَ یَقُوْلُ: اَلْأَذَانُ وَالْاِقَامَةُ مَثْنٰی.

(مصنّف ابن ابی شیبه ص ۲۳۴ ج ۱)

ترجمہ: ربیع بن قیسؒ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت دوہری کہا کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۴: كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدِ الْاَنْصَارِيُّ مُؤَذِّنَ النَّبِيِّ ﷺ يُشَفِّعُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ.

(مصنف ابن ابی شیبه ص ۲۳۴ ج ۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ نبی اکرم ﷺ کے مؤذن تھے اذان اور اقامت دوہری کہا کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۵: اَنَّ سَلْمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ كَانَ يُثْنِي الْاِقَامَةَ.

(مصنف ابن ابی شیبه ص ۲۳۴ ج ۱)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اقامت دوہری کہتے تھے۔

دلیل نمبر ۶: عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ: الاذان و الاقامة مثنى مثنى. (کتاب الآثار ص ۲۱)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا: اذان اور اقامت دوہری ہیں۔

دلیل نمبر ۷: كَانَ اَصْحَابُ عَلِيٍّ وَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ يُشَفِّعُوْنَ الْاَذَانَ وَ الْاِقَامَةَ.

(مصنف ابن ابی شیبه ص ۲۳۴ ج ۱)

ترجمہ: حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد اذان اور اقامت دوہری کہا کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۸: عبد الرحمن بن ابی لیلی عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ: کَانَ اَذَانُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ شُفْعًا شُفْعًا فِی الْاَذَانِ وَالْاِقَامَۃِ. (ترمذی ص ۴۸ ج ۱ قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (کے موذن) کی آذان اور اقامت دوہری تھی۔

اعتراض: کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو نہیں سنا۔۔۔؟

جواب: دارقطنی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت تک تھے اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے تو حضرت عمرؓ کا زمانہ بھی پالیا تھا۔

(اکہری کلماحت والی اقامت کی حقیقت)

اس سلسلہ میں ایک حدیث غیر مقلدین حضرت بلالؓ کی بیان کرتے ہیں جس میں اقامت ایتار کے ساتھ (اکہری کلمات والی) ثابت کی جاتی ہے۔ اس حدیث کے متعلق مختصر جواب یہ ہے کہ حضرت بلالؓ کے متعلق چونکہ دونوں قسم کی روایات ملتی ہیں ایتار والی بھی دوہرے کلمات والی بھی۔ جیسا کہ مستدرک حاکم، طحاوی شریف، بیہقی، مصنّف ابن ابی شیبہ، مصنّف عبدالرزاق وغیرہ نے حضرت بلالؓ سے دوہرے کلمات والی اقامت کی روایت نقل کی ہیں۔ تو اصل بات یہ ہے کہ حضرت بلالؓ شروع میں اکہری کلمات والی اقامت پر عمل پیرا تھے مگر بعد

میں دوہرے کلمات والی اقامت پر عمل کرنے لگے۔ کیونکہ ابوداؤد ص ۷۳ ج ۱ مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی، ترمذی ص ۴۸ ج ا قدیمی کتب خانہ اور بیروت کے السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۴۱۶ ج ۱، نسائی ص ۱۰۳ ج ۱، ابن ماجہ ص ۵۲ میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اقامت کے ۱۷ کلمات (دوہرے کلمات والی اقامت) کی تعلیم فرمائی۔ اور حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ ۹ھ میں اسلام لائے تھے اسلئے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت بلالؓ جو اقامت کہتے تھے وہ ۱۷ کلمات پر مشتمل ہوتی تھی۔ اسلئے انکی ایتار والی روایت کو انکا سابقہ عمل سمجھا جائے گا اور دوہرے الفاظ والی روایت کو انکا آخری عمل سمجھا جائے گا اس صورت میں تمام روایات میں آنے والا تعارض ختم ہوجائے گا۔

3: نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

دلیل نمبر ۱: عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(ابو داؤد باب وضع الیمنی علی الیسری حدیث نمبر ۶۴۵)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سنت میں سے ہے ہتھیلی کو ہتھیلی پر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا۔

دلیل نمبر ۲: عَنْ عَلِیٍّ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلاةِ وَضْعُ الْأَیْدِیْ عَلَی الْأَیْدِیْ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(مصنّف ابن ابی شیبہ ص۴۲۷ ج ۱)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نماز کی سنت میں سے ہے ہاتھوں کو ہاتھوں پر ناف کے نیچے رکھنا۔

دلیل نمبر ۳: اَلْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّان قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مِجْلَزٍ اَوْ سَأَلْتُهٗ قَالَ قُلْتُ کَیْفَ یَضَعُ قَالَ یَضَعُ بَاطِنَ کَفِّ یَمِیْنِهٖ عَلٰی ظَاهِرِ کَفِّ شِمَالِهٖ وَیَجْعَلُهَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۲۷ ج ۱)

ترجمہ: حضرت حجاج بن حسانؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابومجلزؒ سے سنا یا دریافت کیا کہ نمازی ہاتھ کس طرح رکھے تو انہوں نے کہا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے بیرونی حصہ پر رکھے اور اس کو ناف کے نیچے رکھے۔

دلیل نمبر ۴: عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ یَضَعُ یَمِیْنَهٗ عَلٰی شِمَالِهٖ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۲۷ ج ۱، کتاب الآثار حدیث نمبر ۱۲۰)

ترجمہ: حضرت ابراھیم نخعیؒ نے کہا کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

دلیل نمبر ۵: قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ أَخْذُ الْأَکُفِّ عَلَی الْأَکُفِّ

فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ. (اعلاء السنن ص ۱۸۲ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ ہاتھوں کو ہاتھوں سے پکڑ کر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

دلیل نمبر ۶: عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ ثَلَاثٌ مِّنْ أَخْلَاقِ النُّبُوَّۃِ تَعْجِیْلُ الْاِفْطَارِ وَ تَاخِیْرُ السُّحُوْرِ وَ وَضْعُ الْیَدِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ.

(الجوھر النقی علی البیھقی ص ۳۲ ج ۲، معارف السنن ص ۴۴۴ ج ۲)

ترجمہ: حضرت انسؓ نے فرمایا تین باتیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں روزہ کے افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا۔

سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات کے مختصر جوابات

سینے پر ہاتھ باندھنے سے متعلق تین روایات ہم کو ملی ہیں اور وہ تینوں ضعیف ہیں۔

غیر مقلدین کی پہلی دلیل: حضرت وائل بن حجرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس اس وقت حاضر ہوا جب آپ مسجد کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو آپ ﷺ محراب میں داخل ہوئے اور تکبیر تحریمہ کیلئے ہاتھ اٹھایا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینہ کے اوپر رکھا۔ نیز مؤمل بن اسماعیل کی روایت میں ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ

نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا پھر ان دونوں کو سینہ کے اوپر رکھا۔

(السنن الکبریٰ للبیھقی، اعلاء السنن، تحفۃ الاحوذی)

جواب: یہ روایت متکلم فیہ اور ضعیف ہے، ان کی روایت کی سند میں محمد بن حجر منکر الحدیث ہے۔ سنن کبریٰ کے حاشیہ میں اس پر کافی بحث کی گئی ہے، اسی طرح اس میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل بھی ہے جو کہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، چنانچہ امام بخاریؒ اسکے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ ضعف کے باوجود ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ اسکی روایات میں کثرت سے خطاء ہوتی ہیں۔ یعقوب بن سفیانؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کو اسکی روایات سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ وہ منکر روایات بیان کرتا ہے۔ امام دار قطنیؒ اسکو کثیر الخطاء لکھتے ہیں۔ امام ابو حاتمؒ اور امام ابو ذرعہؒ نے اسکو کثیر الخطاء کہا ہے (میزان الاعتدال ص ۲۲۸ ج ۴ راوی نمبر ۸۹۴۹، تہذیب الکمال ص ۳۸۱ ج ۱۰ راوی نمبر ۶۸۲) سنن کبریٰ ص ۳۰ ج ۲ کے حاشیہ میں یہ پوری تفصیل موجود ہے۔

غیر مقلدین کی دوسری دلیل: حضرت ہلب طائیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ دائیں طرف اور بائیں طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ اسکو اپنے سینے پر رکھے ہوئے۔ اور حدیث کے راوی یحیٰ ابن سعید نے ھذہ علی صدرہ کی وضاحت یوں بیان کی ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی کے اُوپر رکھتے تھے۔

(مسند امام احمد، تحفۃ الاحوذی، اعلاء السنن)

جواب: یہ روایت بھی شدید قسم کی ضعیف اور متکلم فیہ ہے، عون المعبود اور التعلیق الحسن میں اس پر کلام کیا ہے، علامہ شوق نیموی نے التعلیق الحسن علی آثار السنن میں مختلف دلائل سے یہ بات ثابت کی ہے کہ حضرت ہلب کی روایت میں درحقیقت " علیٰ صدرہ" کے الفاظ نہیں ہیں یہ کاتب کی طرف سے اضافہ ہے۔ نیز ہلب کی روایت میں سماک بن حرب راوی ہے جس کو سفیانؒ، ابن مبارکؒ، شعبہؒ نے ضعیف کہا ہے۔

(میزان الاعتدال ص ۲۳۲ ج ۲، تہذیب التھذیب ص ۲۳۲ ج ۴ راوی نمبر ۳۹۵)

غیر مقلدین کی تیسری دلیل: حضرت طاؤس بن کیسان سے مُرسل روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اُوپر رکھتے پھر ان دونوں کو باندھ کر کے نماز میں اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ (مراسیل ابو داؤد، تحفۃ الاحوذی)

جواب: یہ روایت مُرسل ہے، طاؤس تو صحابی نہیں، طاؤس اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کون کون سے راوی ہیں انکا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ اور اس کی سند میں سلمان بن موسیٰ راوی بھی ہے جس کو امام بخاریؒ، امام نسائیؒ، امام حاکمؒ نے ضعیف کہا ہے۔ (تقریب ص ۱۳۶ راوی نمبر ۲۵۳۶)

جب زیر ناف ہاتھ باندھنے کی روایات کی تعداد بھی زیادہ ہے اور زیر ناف ہاتھ باندھنے میں تعظیم بھی زیادہ ہے اور عورتوں کے ساتھ مشابہت بھی نہیں ہے تو اسلیے ہمارے احناف زیر ناف ہاتھ باندھنے کو زیادہ مستحب کہتے ہیں۔

4: امام کی اقتداء میں قراءت نہ کرنا

امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام سفیان ثوریؒ اور امام ابنِ عیینہؒ کے ہاں مقتدی کے لئے قراءت فاتحہ خلف الامام منع اور مکروہ تحریمی ہے خواہ نماز جہری ہو یا سری۔ صاحب ہدایہؒ نے امام محمدؒ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ سرّی نماز میں احتیاطاً قرأۃ خلف الامام کو مستحسن قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ صاحبِ ہدایہؒ کو اس سلسلے میں اشتباہ ہوا ہے، نقل میں تسامح ہوا ہے۔ کیونکہ امام محمدؒ خود اپنی کتاب موطا امام محمد میں اپنا اور امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا قِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا جُهِرَ فِيهِ وَلَا فِيمَا لَمْ يُجْهَرْ بِذَالِكَ جَاءَتْ عَامَةُ الْآثَارِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ. (موطا امام محمد ص ۹۶ قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: حضرت امام محمدؒ نے کہا ہے کہ امام کے پیچھے قراءۃ کا حکم نہیں ہے، چاہے امام جہر کر رہا ہو یا آہستہ پڑھ رہا ہو۔ عام آثار میں اسی کا ذکر ہے اور یہی حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

ابنِ قدامہؒ نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے فرمایا:

هٰذَا النَّبِیُّ ﷺ وَاَصْحَابُهُ وَالتَّابِعُوْنَ وَ هٰذَا مَالِکٌ فِیْ اَهْلِ الْحِجَازِ وَهٰذَا الثَّوْرِیُّ فِیْ اَهْلِ الْعِرَاقِ وَهٰذَا الْاَوْزَاعِیُّ فِی اَهْلِ الشَّامِ وَهٰذَا اللَّيْثُ فِیْ اَهْلِ مِصْرَ مَا قَالُوْا لِرَجُلٍ

صَلّٰی وَ قَرَأَ اِمَامُہٗ وَلَمْ یَقْرَأْ ھُوَ ،صَلٰوتُکَ بَاطِلَۃٌ.

(المغنی ص ۲۶۲ ج ۲)

ترجمہ: امام احمدؒ نے فرمایا: یہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہؓ و تابعینؒ ہیں، یہ اہلِ حجاز میں امام مالکؒ ہیں، یہ اہل عراق میں امام ثوریؒ ہیں، یہ اہلِ شام میں امام اوزاعیؒ ہیں، یہ اہلِ مصر میں امام لیثؒ ہیں ان میں سے کسی نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ جب امام قرأت کرے اور مقتدی نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔

اور ابن قدامہؒ کے شاگرد شرح مقنع میں لکھتے ہیں کہ:

ولا تجب القراءۃ علی الماموم ھذا قول اکثر اھل العلم و ممن کان لا یری القراءۃ خلف الامام علیؓ وابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و ابو سعیدؓ و زید بن ثابتؓ و عقبۃ بن عامرؓ و جابرؓ و ابن عمرؓ و حذیفۃؓ بن الیمان وبہ یقول الثوریؒ و ابن عیینۃؒ و اصحاب الرائ و مالکؒ والزھریؒ والاسودؒ و ابراھیمؒ و سعید بن جبیرؒ قال ابن سیرینؒ لا اعلم من السنۃ القراءۃ خلف الامام.

(شرح مقنع ص ۱۱ ج ۲)

ترجمہ: اور مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے، اکثر اہلِ علم کا قول یہی ہے اور جو اہلِ علم قرأت خلف الامام کے قائل نہیں تھے ان میں حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابو سعیدؓ، حضرت زید بن ثابتؓ،

حضرت عقبہ بن عامرؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ ہیں اور اسی کے قائل سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، اصحاب رائے اور امام مالکؒ، امام زہریؒ، اسودؒ، ابراہیمؒ اور سعید بن جبیرؒ ہیں اور ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ قرأت خلف الامام کے سنت ہونے کو میں نہیں جانتا۔

قارئین کرام: "ممن کان لا یریٰ" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ واجب نہ کہنے والوں کی پوری فہرست نہیں ہے بلکہ ان میں سے چند اہم نام ذکر کر دیے گئے ہیں، نیز یہ کہ جس طرح امام احمدؒ نے فرمایا تھا کہ قرأۃ خلف الامام کے وجوب کا عالم اسلام میں کوئی قائل نہیں، اسی طرح محمد بن سیرینؒ کے الفاظ سے واضح ہے کہ قرأت خلف الامام کا عمل خلافِ سنت ہے۔

دلیل نمبر ۱: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.

(سورہ اعراف پ ۹ ع ۱۴ آیت ۲۰۴)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔ (ترجمہ شیخ الهندؒ)

امام بیہقی کتاب القراءۃ میں مرفوع، موقوف و مقطوع سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ آیت قراءۃ خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام کے پیچھے قرأت کرنے کی روایات اس آیت کے نزول سے پہلے کی ہیں، اس لئے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے نماز میں سلام و کلام اور مقتدی کیلئے خود قرأت کرنا جائز تھا۔ مقتدی سورہ فاتحہ اور اس کے علاوہ بھی کوئی اور سورۃ بھی پڑھتے تھے، اس کے بعد پہلے صرف سورہ فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورۃ پڑھنے

سے روکا گیا۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نماز میں سلام وکلام اور مقتدی کی قرأت وغیرہ سب باتیں منسوخ ہوچکیں، حتیٰ کہ سورہ فاتحہ پڑھنے سے بھی روکا گیا۔ لہٰذا اگر صحیح سند سے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کی روایات ثابت ہو بھی جائیں تو پھر بھی اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد منسوخ ہوچکی ہیں۔

دلیل نمبر۲: عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیّ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ خَطَبَنَا فَبَیَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ اِذَا صَلَّیْتُمْ فَاَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا (و فی حدیث جریرٍ عَنْ سُلَیْمَانَ عَنْ قَتَادَۃَ مِنَ الزِّیَادَۃِ) "وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا" وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ. (صحیح مسلم ص ۱۷۴ ج ۱)

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا، پس آپ ﷺ نے ہمیں سنت کی تعلیم وتلقین فرمائی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو تو اپنی صفیں درست کرلو پھر تم میں سے ایک شخص تمہارا امام بنے جب وہ (امام) تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، (امام مسلم نے لکھا ہے کہ بروایت جریر عن سلیمان عن قتادہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ)"

اور جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو " اور جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

دلیل نمبر ۳: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا.

(نسائی ص ۱۴۶ ج ۱، مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۴۱۴ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کیجائے جب وہ (امام) تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ پڑھے تو تم خاموش رہو۔

نوٹ: امام مسلم، امام احمد بن حنبل، امام نسائی، امام ابن خزیمہ، امام ابن جریر طبری، حافظ ابن تیمیہ، حافظ منذری، حافظ ابن کثیر، علامہ ابن حزم، حافظ ابن عبدالبر وغیرہ اکابر حفاظ حدیث نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ نیز جماعتِ اہل حدیث کے رئیس اعظم نواب صدیق حسن خاں اور مولانا شمس الحق ڈیانوی نے بھی اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے "دلیل الطالب ص ۲۹۴ وعون المعبود ص ۲۳۵ ج ۱"

دلیل نمبر ۴: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ

عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ.

(ابن ماجه ص ۶۱، مِشکوٰة ص ۸۱، طَحاوِی ص ۱۴۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کیجائے جب وہ (امام) تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ پڑھے تو تم خاموش رہو اور جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

دلیل نمبر ۵: عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَرَاَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا فَاِذَا کَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْیَکُنْ اَوَّلَ ذِکْرِ اَحَدِکُمُ التَّشَهُّدُ. (ابن ماجه ص ۶۱)

و اثبت تصحیحه الحافظ مغلطائی عن جماعة من الحفاظ. (الاعلام قلمی ص ۸۱ ج۴)

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب قعدہ میں ہو تو تم میں سے ہر ایک کا پہلا ذکر تشہد ہونا چاہیے۔

دلیل نمبر ۶: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةٍ جَهَرَ فِیْهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِیَ اَحَدٌ مِنْکُمْ آنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَالِیَ اُنَازَعُ الْقُرْآنَ قَالَ فَانْتَهَی النَّاسُ عَنِ

الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْمَا جَهَرَ فِيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

(ابو داؤد ص ۱۲۰، نسائی ص ۱۴۶، موطأ امام مالک ص ۲۹، موطأ امام محمد ۹۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا: کیا ابھی تم میں سے کسی نے میرے پیچھے قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں میں نے یا رسول اللہ۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبھی تو میں جی میں کہہ رہا تھا میرے ساتھ قرأت قرآن میں منازعت کیوں ہو رہی ہے (آپ کے اس ارشاد کے بعد) جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے حضرات صحابہ نے آپ کے پیچھے ان میں قرأت کرنی ترک کر دی۔

فائدہ: یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی کہ آپ نماز میں مخفی امور سے بھی متاثر ہوتے تھے نماز میں آپ ﷺ کا احساس وادراک بڑھ جاتا تھا۔ پیچھے اس طرح نظر آتا تھا جیسے سامنے۔ کسی کا وضو صحیح نہ ہو یا کوئی آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو تو آپ کو پتہ لگ جاتا تھا اور اس حدیث میں انکار مطلق قراءت پر ہے، اس کو جہر یا سورۃ پر محمول کرنا درست نہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ فیہ ترک القرائت خلف الامام فیما جھر بہ (زجاجۃ المصابیح ص ۲۴۷ ج ۱)

ترجمہ: اس میں جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کو ترک کرنا ہے۔

دلیل نمبر ۷: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَ ۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَ ۃٌ۔

(موطأ امام محمد ص ۹۸، مُصَنَّف ابن ابی شیبہ ص ۴۱۲ ج ۱، مسند احمد ص ۳۳۹ ج ۳، طحاوی ص ۱۴۲ واللفظ لہ)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

دلیل نمبر ۸: عَنْ اَنَسٍ قَالَ: صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ اَقْبَلَ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَتَقْرَءُوْنَ وَالْاِمَامُ یَقْرَأُ فَسَکَتُوْا فَسَأَلَھُمْ ثَلَاثًا فَقَالُوْا اِنَّا لَنَفْعَلُ ھٰذَا قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا۔

(طحاوی ص ۱۴۳ ج ۱)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز پڑھائی پھر متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تم قرأت کرتے ہو حالانکہ امام قرأت کرتا ہے پھر صحابہؓ نے خاموشی اختیار فرمائی، تین مرتبہ کہنے کے بعد صحابہؓ نے فرمایا جی ہاں قرأت کرتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسا مت کیا کرو۔

دلیل نمبر ۹: عَنْ حَطَّانَ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ اَنَّ اَبَا مُوْسٰی قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَعَلَّمَنَا سُنَّتَنَا وَ بَیَّنَ لَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ اِذَا کَبَّرَ الْاِمَامُ فَکَبِّرُوْا فَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا۔

(صحیح ابی عوانہ ص ۱۳۳ ج ۲)

ترجمہ: حطان بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ اشعریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا جس میں ہمیں سنت کی تعلیم دی اور ہم سے نماز کا طریقہ بیان فرمایا کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

دلیل نمبر ۱۰ : عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَشْعَرِیّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ.

(صحیح ابی عوانہ ص ۱۳۳ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

دلیل نمبر ۱۱ : عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیّ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلْیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ وَاِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا.

(مسند امام احمد ص ۴۱۵ ج ۴)

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (نماز کی) تعلیم دی کہ جب تم نماز کے ارادے سے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک تمہارا امام بنے اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

دلیل نمبر ۱۲ : عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانُوْا یَقْرَءُ وْنَ خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ خَلَطْتُّمْ عَلَیَّ الْقِرَاءَ ةَ.

(طحاوی ص ۱۴۲ ج ۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی ﷺ کے پیچھے نماز میں قرأت کرتے تھے تو آپؐ نے ان کے اس عمل پر فرمایا تم لوگوں نے مجھ پر قرأت گڈمڈ کر دی۔

نوٹ: یہ روایت مسند احمد، مسند ابویعلی اور مسند بزار میں بھی ہے اور امام ہیثمی مسند احمد کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں "رجالہ رجال البخاری" (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۱۰) اور محقق ماردینی لکھتے ہیں "وہٰذا اسند جید"

(الجوھر النقیٰ ص ۱۶۲ ج ۲)

دلیل نمبر ۱۳ : عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْقِرَاءَ ةِ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ وَ اَخْبَرَنِیْ اَشْیَاخُنَا اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهٗ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ مُوْسَی بْنُ عُقْبَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ اَبَابَکْرٍ وَ عُمَرَ وَعُثْمَانَ کَانُوْا یَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَ ةِ خَلْفَ الْاِمَامِ.

(مصنّف عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے والد زید بن اسلم سے نقل کرتے ہیں

کہ رسول اللہ ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا۔
عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے مشائخ نے بتایا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کی نماز نہیں اور مجھے موسی بن عقبہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کیا کرتے تھے۔

نوٹ: حدیث کی کتاب مصنف عبدالرزاق امام بخاریؒ کے استاد امام عبد الرزاقؒ کی ہے۔

دلیل نمبر ۱۴: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قال قال رسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهَا شَیْئًا وَمَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَةَ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوةَ. (ابو داؤد ص ۱۲۹ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم ایسی حالت میں نماز کے لیے آؤ کہ ہم سجدہ میں ہوں تو سجدہ میں چلے جاؤ اور اس کو بالکل شمار نہ کرو، اور جس نے رکوع کو پالیا تو بیشک اس نے نماز کو پالیا۔

دلیل نمبر ۱۵: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ اَدْرَکَهَا قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ الْاِمَامُ صُلْبَهٗ. (صحیح ابن خزیمه ص ۴۵ ج ۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے امام کے پشت اٹھانے سے پہلے رکوع کو پالیا اس نے رکعت پالی۔

دلیل نمبر ۱۶: عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اِذَا أَدْرَكْتَ الْإِمَامَ رَاكِعًا فَرَكَعْتَ قَبْلَ أَنْ يَّرْفَعَ فَقَدْ أَدْرَكْتَ وَإِنْ رَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَرْكَعَ فَقَدْ فَاتَتْكَ. (مصنف عبد الرزاق ص ۲۷۹ ج ۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تم نے امام کو رکوع کی حالت میں پالیا اور اس کے رکوع سے اٹھنے سے پہلے تم نے رکوع کرلیا تو تم رکعت کو پا گئے اور اگر تمہارے رکوع میں جانے سے پہلے امام نے سر اٹھالیا تو رکعت فوت ہوگئی۔

دلیل نمبر ۱۷: عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اِذَا جِئْتَ وَالْإِمَامُ رَاكِعٌ فَوَضَعْتَ يَدَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ قَبْلَ أَنْ يَّرْفَعَ رَأْسَهُ فَقَدْ أَدْرَكْتَ. (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۴۴ ج ۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تم امام کے رکوع کی حالت میں آیا اور اس کے سر اٹھانے سے پہلے تو نے اپنے گھٹنے پر ہاتھ رکھ دیا تو تُو نے رکعت کو پالیا۔

فائدہ: مقتدی امام کے رکوع کرنے کے وقت آکر رکوع میں شامل ہوجاتا ہے اور سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا پھر بھی اس کی یہ رکعت ہوجاتی ہے، معلوم ہوا کہ

مقتدی کو امام کی اقتداء میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں ورنہ اس شخص کی یہ رکعت نہ ہوتی۔

﴿سورہ فاتحہ بھی قرأت میں شامل ہے﴾

دلیل نمبر ۱۸ : عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَ اَبَا بَکْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ کَانُوْا یَفْتَتِحُوْنَ الْقِرَاءَ ةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. (ابو داؤد ص ۱۱۴ ج ۱، ترمذی ص ۵۷ ج ۱)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ، ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۹ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَ ةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَمْ یَسْکُتْ.

(مسلم ص ۲۱۹ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب دوسری رکعت سے اٹھتے تھے تو الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۲۰ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَفْتَتِحُ الْقِرَاءَ ةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. (ابن ماجه ص ۵۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع کرتے تھے۔

﴿قرأت خلف الامام کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا فتویٰ﴾

دلیل نمبر ۲۱: عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِؓ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَاْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ (الترمذی ص ۷۱ ج ۱، موطا امام محمد ص ۹۵)

ترجمہ: وھب بن کیسان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ: جس نے نماز پڑھی اور سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس نے نماز ہی نہ پڑھی مگر امام کی اقتداء میں جو نماز پڑھے (اس میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دلیل نمبر ۲۲: عَنْ عَطَاءٍ اَنَّهٗ سَاَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رضی اللّٰه عنه عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِيْ شَيْءٍ. (مسلم ص ۲۱۵ ج ۱)

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں کی جا سکتی۔

دلیل نمبر ۲۳: عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ اِنْ جَھَرَ وَلَا اِنْ خَافَتَ.

(مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۴۱۳ ج ۱)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نہ پڑھے امام کے پیچھے جب امام جہر سے قرأت کرے اور نہ اس وقت جب امام سرًّا قرأت کرے۔

دلیل نمبر ۲۴: عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ لَا قِرَاءَۃَ خَلْفَ الْاِمَامِ.

(مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۴۱۲ ج ۱)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا: امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں۔

دلیل نمبر ۲۵: عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ قَیْسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍؓ کَانَ لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْمَا یُجْھَرُ فِیْہِ وَ فِیْمَا یُخَافَتُ فِیْہِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَلَا فِی الْاُخْرَیَیْنِ.

(موطا امام محمد ص ۱۰۰)

ترجمہ: علقمہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے، نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں اور نہ پہلی رکعتوں میں نہ آخری رکعتوں میں۔

دلیل نمبر ۲۶: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ تَکْفِیْکَ قِرَاءَۃُ الْاِمَامِ.

(مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۴۱۲ ج ۱)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ کافی ہے تجھے امام کی قرأت۔

دلیل نمبر ۲۷: مَالِکٌ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رضی اللّٰہ عنہ کَانَ اِذَا سُئِلَ ھَلْ یَقْرَأُ اَحَدٌ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ: اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُهٗ قِرَاءَةُ الْاِمَامِ وَاِذَا صَلّٰی وَحْدَهٗ فَلْیَقْرَأْ،قَالَ: وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ.

(موطا امام مالک ص ٦٨، موطا امام محمد ٩٥)

ترجمہ: امام مالکؒ نے حضرت نافعؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرأت کرسکتا ہے؟ تو آپ فرماتے کہ تم میں سے کوئی جب امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت کافی ہے اور جب تنہا نماز ادا کرے تو خود قرأت کرے۔اور نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۲۸: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ مَنْ قَرَأَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَیْسَ عَلَی الْفِطْرَةِ قَالَ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ مُلِیءَ فُوْهُ تُرَابًا قَالَ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَدِدْتُّ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ فِیْهِ حَجَرٌ.

(مصنف عبدالرزاق ص ١٣٨ ج ٢)

ترجمہ: محمد بن عجلان فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: جو شخص امام کے ساتھ قرأت کرے وہ فطرت پر نہیں۔ اور ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اس کا منہ مٹی سے بھر جائے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے میرا جی چاہتا ہے کہ اس کے منہ میں پتھر ہو۔

دلیل نمبر ۲۹: وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ اُرٰی اَنَّ الْاِمَامَ اِذَا اَمَّ الْقَوْمَ فَقَدْ کَفَاهُمْ (طحاوی ص ۱۴۲ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ امام جب قوم کی امامت کرے تو اس کی قرأت قوم کے لئے کافی ہے۔

دلیل نمبر ۳۰: عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَاصٍ رضی اللہ عنہ قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ فِیْهِ جَمْرَةٌ.

(مصنّف ابن ابی شیبه ص ۴۱۲ ج ۱، مؤطا امام محمد ص ۱۰۱)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

دلیل نمبر ۳۱: عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ قَیْسٍ قَالَ سَأَلْتُ سُوَیْدَ بْنَ غَفْلَةَ اَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ لَا.

(مصنّف ابن ابی شیبه ص ۴۱۳ ج ۱)

ترجمہ: ولید بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سوید بن غفلہؒ سے پوچھا کہ کیا میں ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے پڑھوں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔

قرأت خلف الامام کے بارے میں کبار تابعین کا فتویٰ

دلیل نمبر ۳۲: عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ مُلِیءَ فُوْہُ تُرَابًا۔

(مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۴۱۳ ج ۱)

ترجمہ: حضرت اسودؒ بن یزید فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے۔

دلیل نمبر ۳۳: اَنَّ عَلْقَمَۃَ بْنَ قَیْسٍ قَالَ اِنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ مُلِیءَ فُوْہُ قَالَ اَحْسِبُہٗ قَالَ تُرَابًا اَوْ رَضْفًا۔

(مصنّف عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲)

ترجمہ: حضرت علقمہ بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے خدا کرے اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے۔

فائدہ: حضرت اسودؒ اور حضرت علقمہ بن قیسؒ کبار تابعین میں سے ہیں جو حضرات صحابہؓ کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

﴿غیر مقلدین کے قراءۃ خلف الامام پر دلائل اور ان کے جوابات﴾

غیر مقلدین کی پہلی دلیل: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا الزُّھْرِیُّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِیْعِ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ (بخاری)

ترجمہ: سفیانؒ نے روایت کی ہے زہریؒ سے، اس نے محمود بن ربیعؓ سے، اس نے عبادہ بن صامتؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اُس کی نماز نہیں ہوئی۔

جواب: اسی سند کے ساتھ یہی حدیث ابوداؤد میں اس طرح ہے۔

سُفْیَانُ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِیْعِ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ یَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَصَاعِدًا (ابو داؤد، جلد ۱، صفحہ ۱۱۹)

ترجمہ: سفیانؒ نے روایت کی ہے زہریؒ سے، اس نے محمود بن ربیعؓ سے، اس نے عبادہ بن صامتؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورہ فاتحہ اور زیادہ (قرآن میں سے) نہیں پڑھا تو اُس کی نماز نہیں ہوئی۔

اس حدیث کے بھی سارے راوی ثقہ ہیں، کوئی ایک بھی اس حدیث میں ضعیف راوی نہیں۔ معلوم ہوا کہ بخاری شریف میں یہ حدیث تفصیل کے ساتھ نہ تھی۔ اب تو مقتدی کو صرف سورہ فاتحہ ہی کیوں، بلکہ سورہ فاتحہ کے علاوہ مزید قرآن میں سے کوئی اور سورت بھی پڑھنا لازم ہونا چاہیے۔؟ پھر تو غیر مقلدین حضرات کی بھی نماز نہیں ہوتی جو امام کی اقتداء میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں، سورہ فاتحہ کے بعد اور کوئی سورت نہیں پڑھتے، کیونکہ اِس حدیث میں تو آ گیا کہ

اگر سورہ فاتحہ کے علاوہ اور کوئی سورہ بھی نہ پڑھی تو نماز نہ ہوگی۔؟

اصل بات یہ ہے کہ حدیث کا صحیح مطلب ہم سے زیادہ اس حدیث کے راوی ہی جان سکتے ہیں۔آ یئے !اس حدیث کے راوی سفیان بن عُیَیْنَہؒ سے اس حدیث کا مطلب پوچھتے ہیں۔

ابوداؤد میں ہے کہ:

قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ يُصَلِّيْ وَحْدَهُ. (ابو داؤد صفحه ۱۱۹ ج ا)

ترجمہ: سفیانؒ نے کہا: یہ حدیث اس کے بارے میں ہے جو اکیلے نماز پڑھتا ہو۔ (ابو داؤد صفحه ۱۱۹ جلد ا)

امام بخاریؒ کے استاد امام احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کا کیا مطلب سمجھا ہے؟

ترمذی میں ہے کہ:

اَحْمَدُبْنُ حَنبَلٍ فَقَالَ مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَا صَلوٰةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اِذَا كَانَ وَحْدَه

(ترمذی صفحه ۷۱ ج ا)

ترجمہ: احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ: نبی اکرم ﷺ کے قول لَا صَلوٰةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اکیلا ہو (تو اس وقت اس کو سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے)۔

(ترمذی صفحه ۷۱ ج ا)

اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ نے بھی ایسا ہی سمجھا ہے، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

غیر مقلدین کی دوسری دلیل: حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز ہم حضور ﷺ کے پیچھے پڑھ رہے تھے اور آپ قرأت کر رہے تھے آپ پر قرأت ثقیل ہوگئی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ شائد تم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا **لا تفعلوا الا بفاتحة الکتاب فانه لا صلوۃ لمن لم یقرأ بھا** کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھ لیا کرو کیونکہ اسکے بغیر نماز نہیں ہوتی اور کچھ نہ پڑھا کرو۔

(رواہ ابوداؤد و الترمذی)

جواب: اگرچہ شافعیہ نے اپنے مسلک کے مطابق اس حدیث کی تصحیح کی ہے، امام ترمذی نے بھی اسے حسن کہا ہے، لیکن یہ حدیث معلول اور ضعیف ہے، سند اور متن دونوں اعتبار سے مضطرب ہے۔ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ: "یہ حدیث بہت سی وجوہ سے ائمہ حدیث کے نزدیک معلول ہے امام احمدؒ اور دیگر ائمہ حدیث نے اس کی تضعیف کی ہے۔" (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۲۸۷ ج ۲۳)

اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے جب وہ منفرد ہو تو احکام میں اس کی روایت حجت نہیں۔ (الدرایہ لابن حجر، المیزان للذھبی) اگرچہ امام بخاریؒ اور شعبہؒ نے محمد بن اسحاق کی توثیق کی ہے مگر جمہور محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، امام مالکؒ اس راوی کے بارے میں فرماتے ہیں " کذاب دجال" اور

ابن قطانؒ اور وہیبؒ کہتے ہیں " کذاب"۔ امام احمدؒ،نسائیؒ،ابو حاتمؒ،ابن نمیرؒ،دار قطنیؒ،ابوزرعہؒ،بیہقیؒ،ماردینیؒ،ابن معینؒ،امام بخاریؒ کے استاد علی بن المدینیؒ،ذھبیؒ، ابن حجرؒ، و دیگر محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔قاضی شوکانیؒ نیل الاوطار ص ۲۳۴ ج ا پر لکھتے ہیں ابن اسحاق لیس بحجۃ لا سیما اذا عنعن۔"ترجمہ: محمد بن اسحاق حجت نہیں خاص کر جب عن عن سے روایت کرے"۔غیر مقلدین کے رہنما نواب صدیق حسن خانؒ دلیل الطالب ص ۲۳۹ میں لکھتے ہیں محمد بن اسحاق حجت نیست۔"ترجمہ: محمد بن اسحاق حجت نہیں۔" لہذا جمہور کے مقابلہ میں امام بخاری اور شعبہ کی توثیق مرجوح ہے۔اس کے علاوہ اس حدیث میں ایک راوی مکحول مدلس راوی ہےاور عنعنہ سے روایت کرتا ہے مدلس کا عنعنہ محدثین کے ہاں مقبول نہیں۔ابن سعیدؒ بھی لکھتے ہیں کہ مکحول نے حضرت عبادہؓ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔(تہذیب التہذیب ج ۱۰ص ۲۹۲) اوراس کے بعض طرق میں نافع مجہول راوی ہے۔

غیر مقلدین کی تیسری دلیل: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے وہ تمام نہ ہوگی (ابو سائبؒ کہتے ہیں) میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا حضرت جب میں امام کے پیچھے ہوں تو کیا کروں؟انہوں نے میرا بازو دبا کر جواب دیا اِقْرَأْ بِهَا فِیْ نَفْسِکَ (اپنے دل میں پڑھ لیا کر)۔

جواب: اسکی سند میں ایک راوی علاء بن عبدالرحمان ہے جسکے متعلق امام ابن

معینؒ کہتے ہیں کہ اسکی حدیث حجت نہیں ہے، امام بن عدیؒ کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں ہے، ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ یہ منکر احادیث بیان کرتا ہے، ابو ذرعہؒ کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں ہے۔

غیر مقلدین کی چوتھی دلیل: حضرت ابو ہریرہؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص فرض نماز امام کے ساتھ پڑھے وہ امام کے سکتات میں سورہ فاتحہ پڑھے۔

(کتاب القراءۃ ص ۵۴. مستدرک ص ۲۳۸ ج ۱)

جواب: اسکی سند میں محمد بن عبداللہ بن عبید بن عمیر ضعیف ہے امام بخاریؒ نے ضعفاء ص ۲۸ میں، امام مسلمؒ نے صحیح مسلم ص ۲۰ ج ۱ میں، امام نسائیؒ نے ضعفاء صغیر ص ۲۵ میں، امام دار قطنیؒ نے دار قطنی ص ۱۲۱ ج ۱ میں، اور خود امام بیہقی بھی ان کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ میزان الاعتدال میں ہے کہ امام بخاریؒ نے فرمایا یہ راوی منکر الحدیث ہے اور امام نسائیؒ نے فرمایا کہ متروک ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۵۹۰ ج ۳) لسان المیز ان ص ۲۱۶ ج ۵ پر بھی اس راوی کو ضعیف کہا گیا ہے۔

غیر مقلدین کی پانچویں دلیل: عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ انصات فرماتے تھے اسمیں صحابہ کرامؓ قراءت کرلیا کرتے تھے۔ (کتاب القراءۃ ص ۶۹، ۸۶)

جواب: عمرو بن شعیب اگرچہ فی نفسہٖ ثقہ ہیں مگر جب وہ عن ابیہ عن جدہ روایت

کرے ہیں تو یہ بالاتفاق قابل قبول نہیں۔امام علی بن المدینیؒ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کریں تو وہ ضعیف ہے (تہذیب التہذیب ص ۵۳ ج ۸) اس سند پر کلام اور اس کی تضعیف بہت سی کتابوں میں ہے، مثلاً سنن ترمذی ص ۴۳ و ۸۲ ج ۱۔میزان الاعتدال ص ۲۶۳ ج ۲۔تہذیب التہذیب ص ۵۳ ج ۸۔مستدرک حاکم ص ۱۹۷ ج ۱۔

غیر مقلدین کی چھٹی دلیل: بسند عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ جس نے سکتات امام میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی اسکی نماز کامل نہ ہوگی۔

(کتاب القراءۃ ص ۵۴)

جواب: اس سند کا ضعف ہم پانچویں دلیل کے جواب میں ذکر کر چکے اور اس کے علاوہ اس میں محمد بن عبداللہ بن عبید بن عمیر بھی واقع ہے جس کی تضعیف چوتھی دلیل کے جواب میں گذر چکی۔

غیر مقلدین کی ساتویں دلیل: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک سلف میں سے جب کوئی لوگوں کی امامت کرتا تھا تو اللہ اکبر کہہ کر خاموش ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ جب اُسے یقین ہو جاتا تھا کہ اب ہر مقتدی نے سورہ فاتحہ پڑھ لی ہوگی تو پھر وہ قرأت شروع کرتا تھا۔پھر مقتدی خاموش ہو جایا کرتے تھے۔

جواب: اس کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں، ایک عبداللہ بن رجاء مکی۔اس راوی کی امام احمدؒ، ازدیؒ اور ساجیؒ نے تضعیف کی ہے (میزان الاعتدال ص ۴۲۱

ج ۲، تہذیب التہذیب ص ۲۱۱ ج ۵) دوسرے عبداللہ بن عثمان بن خُثَیم ۔ اس راوی کو امام نسائیؒ، امام ابن معینؒ، امام ابوحاتم، حافظ ابن حبانؒ، امام ابن المدینیؒ اور امام دار قطنیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال ص ۴۵۹ ج ۲، تہذیب التہذیب ص ۳۱۵ ج ۵، نصب الرایہ ص ۳۵۳ ج ۱)

غیر مقلدین کی آٹھویں دلیل: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ امام کے لئے دو سکتے ہوتے ہیں ان کو قرأت فاتحہ کے لئے غنیمت سمجھو۔

(جزء القراءۃ ص ۵۸)

جواب: اسمیں اولاً تو یہ کلام ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے یا ابوسلمہ تابعیؒ سے، راویوں کو اس میں شک ہے، اس کے علاوہ اس سند میں موسیٰ بن مسعود ضعیف ہے۔ اس راوی کو امام احمدؒ، امام ترمذیؒ، امام ابن خزیمہؒ، بزارؒ، ابو حاتمؒ، عمرو بن علی الفلاسؒ، ابواحمد الحاکمؒ، امام حاکمؒ، ابن قانعؒ، ساجیؒ اور امام دار قطنیؒ نے ضعیف کہا ہے۔

(میزان الاعتدال ص ۲۲۱ ج ۴، تہذیب التہذیب ص ۳۷۱ ج ۱۰)

غیر مقلدین کی نویں دلیل: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ امام کے سکتہ میں بدون قرأت فاتحہ نماز مکمل نہیں ہوتی۔ (کتاب القراءۃ ص ٦٦)

جواب: اسکی سند میں اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروہ ضعیف ہے۔ اس راوی کو امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام نسائیؒ، ابوحاتمؒ، ابن حبانؒ، ابوزرعہؒ، ابن عمارؒ، علی بن المدینیؒ، دار قطنیؒ، برقانیؒ، ابن خزیمہؒ، خلیلیؒ، بزارؒ، ابن جارودؒ، عقیلیؒ، دولابیؒ، ابو

العربؒ، ساجیؒ اور ابن شاہینؒ نے ضعیف کہا ہے۔

(تہذیب التھذیب ص ۲۴۱ ج ۱)

غیر مقلدین کی دسویں دلیل: حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ: صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اس وقت پڑھتے تھے جب آپ خاموش رہتے تھے، پھر جب آپ قرأت کرتے تھے تو صحابہؓ کچھ نہیں پڑھتے تھے، پھر جب آپ خاموش ہو جاتے تو صحابہؓ پڑھتے تھے۔ (کتاب القراءۃ)

جواب: یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں۔ ایک ہے ابو عبداللہ۔ یہ امام بیہقیؒ کا استاد تھا، اس کے بارے میں ابن طاہرؒ فرماتے ہیں کہ اندر میں سخت متعصب شیعہ تھا اور حضرت معاویہؓ سے کنارہ کشی کرتا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۱٦٦ ج ۲، میزان الاعتدال ص ٦۰۸ ج ۳) اور دوسرا ضعیف راوی اس میں لطلبوت هروی ہے جس کا نام عبدالسلام بن صالح ہے اس کو امام ابو حاتم، ابوزرعہ، عقیلیؒ، ابن عدیؒ، نسائیؒ، دار قطنیؒ نے ضعیف کہا ہے (میزان الاعتدال ص ٦۱٦ ج ۲، تقریب التہذیب ص ٦۰۰ ج ۱) امام ساجیؒ، امام ابو حاتمؒ، امام ابن حبانؒ اور ابن طاہرؒ نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔

(تقریب التقریب ص ۳۲۲ ج ٦)

غیر مقلدین کی گیارہویں دلیل: حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ: جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو اُسے چاہیے کہ جب امام سکتہ کرے تو اس سکتے میں امام سے پہلے ہی سورہ فاتحہ پڑھ لے۔ (کتاب القراءۃ)

جواب: یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں دوراوی ضعیف ہیں۔ ایک ابو عبداللہ جس کا حوالہ گذر چکا۔ دوسرا ضعیف راوی ہے عبداللہ بن لھیعہ بن عقبہ الحضرمی۔ جس کو ابن معینؒ، یحییٰؒ بن سعید، ابن المدینیؒ، ابن مھدیؒ، ابوزرعہؒ، نسائیؒ، امام جوزجانیؒ، ابن عدیؒ، اور امام بخاریؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال ص ۴۷۵ ج ۲)

غیرمقلدین کی بارہویں دلیل: سنن کبریٰ میں محمد بن عائشہ کی ہے۔

جواب: وہ بھی ضعیف ہے، ایک تو اس میں صحابی کا پتہ ہی نہیں کہ کس صحابی سے روایت ہے، اور اس میں ابراہیم بن ابی اللیث ضعیف راوی ہے۔

(لسان المیزان ص ۹۳ ج ۱ راوی نمبر ۲۷۰)

غیرمقلدین کی تیرہویں دلیل: سنن کبریٰ میں ابوقتادہؓ سے روایت ہے۔

جواب: اس کی سند میں مالک بن یحییٰ ضعیف راوی ہے۔

(تھذیب ص ۳۸۱ ج ۱۰، میزان الاعتدال ص ۴۲۹ ج ۳)

غیرمقلدین کی چودھویں دلیل: انس بن مالکؓ سے روایت ہے جزءالقراءۃ میں۔

جواب: اسکی سند میں ایک راوی ابوقلابہ ہے جو کہ مدلس ہے اور مدلس جب عنعنہ سے روایت کرے تو وہ ناقابل قبول ہوتی ہے۔

خاتمۃ الکلام

شریعت نے مقتدیوں کو امام کے اتباع کا حکم دیا ہے لیکن غیرمقلدین

حضرات امام کو مقتدیوں کے اتباع کا حکم دے رہے ہیں کہ ان کی خاطر خاموشی اختیار کرے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد تو یہ ہے کہ جب امام قراءت کرے تم خاموش رہو، مگر غیر مقلدین حضرات کا فیصلہ یہ ہے کہ مقتدیوں کی قراءت کے لئے امام خاموش رہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے محض مقتدیوں کی قراءت فاتحہ کے لئے کبھی سکتہ کیا ہو۔ (غیث الغمام ص ۱۷۵) رہا یہ سوال کہ اگر امام ہی کا فاتحہ تلاوت کرنا کافی ہے پھر دیگر ارکان کے لئے مقتدی کا اعادہ کیوں ضروری ہے، جیسے ثناء تسبیحات تشہد درود شریف؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مقتدی کو دوسرے ارکان تو امام کے ساتھ ادا کرنے کا حکم فرمایا لیکن امام کی قرأت کے وقت کو قرأت کرنے کا نہیں بلکہ خاموش رہنے کا حکم فرمایا۔ لہٰذا امام مقتدی کی طرف سے قرأت کا تو تحمل کرتا ہے، دوسرے ارکان کا تحمل نہیں کرتا۔

5: آمین آہستہ کہنا

دلیل نمبر ۱ : عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقَالَ اٰمِیْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ. (ترمذی ص ۵۸ ج ۱)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے غیر

المغضوب علیھم ولا الضالّی پڑھا تو آپ ﷺ نے آمین کہی اور آہستہ آواز کے ساتھ کہی۔

دلیل نمبر ۲: عَنْ أَبِیْ وَائِلٍ قَالَ: كَانَ عُمَرُ وَ عَلِیٌّ لَا یَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّامِیْنِ. (طحاوی ص ۱۳۴ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنھما بسم اللہ، اعوذ باللہ اور آمین میں آواز بلند نہیں کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۳: قَالَ عَطَاءٌ اٰمِیْنَ دُعَاءٌ. (بخاری ص ۱۰۷ ج ۱)

ترجمہ: عطاءؒ نے فرمایا: آمین دعا ہے۔ (اور دعا کا قانون سورہ اعراف کی آیت ۵۵ میں یہ ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَةً.

ترجمہ: دعا مانگو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور خفیہ طریق پر۔

وجہ ترجیح: جس طرح اعوذ باللہ قرآن میں لکھا نہیں جاتا اسی طرح آمین بھی نہیں لکھی جاتی۔ تو یہ دونوں قرآن کا جز نہیں، اور جو قرآن کا جز نہ ہو تو اس کو نماز میں آہستہ پڑھا جاتا ہے۔ باقی اگر کبھی آنحضرت ﷺ نے آواز سے آمین کہی ہے تو وہ تعلیم کیلئے تھا۔

بلند آواز سے آمین کہنے پر دلائل کے جوابات

غیر مقلدین کی پہلی دلیل: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ کہ حضور ﷺ نے بلند آواز سے آمین کہا۔

(ابو داؤد ص ۱۳۵ . ابن ماجه ص ۶۱)

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسکی سند میں بشر بن رافع الحارثی ضعیف راوی ہے۔ (تقریب التهذیب ص ۱۲۷ ج ۱ . بیروت)

غیر مقلدین کی دوسری دلیل: عبدالجبار بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ ﷺ نے آمین کہی میں نے اس کو سنا اور میں ان کے پیچھے تھا۔ (نسائی ص ۱۴۷)

جواب: یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ عبدالجبار بن وائل کا اپنے والد سے سننا ثابت ہی نہیں کیونکہ امام نوویؒ شرح المہذب ص ۱۰۴ ج ۳ میں لکھتے ہیں کہ ائمہ حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا بلکہ محدثین کی بڑی جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ اپنے باپ کی وفات کے ۶ ماہ بعد پیدا ہوا ہے۔

6: رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین بہتر نہیں

یہ اختلاف حضرات صحابہ کرامؓ کے دور سے چلا آرہا ہے مگر کسی نے آج

تک غیر مقلدین کے سوا اس مسئلہ کو حق و باطل کا معیار نہیں بنایا۔ رفع یدین اور ترک رفع یدین دونوں طرح کی روایات ہیں۔ اگر چہ رفع یدین کے سلسلے میں روایات زیادہ ہیں اور ترک رفع یدین کی روایات کم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ امت میں ترک رفع یدین کا تعامل رہا ہے اور جب کوئی چیز تعامل میں آجاتی ہے تو اس سلسلے کی روایات کم ہوجاتی ہیں، بلکہ جوں جوں تعامل بڑھتا رہے، روایات سرے سے ختم ہوجاتی ہیں، کیونکہ اب روایات کی ضرورت باقی نہیں رہی، تعامل ہی سب سے بڑی دلیل بن جاتی ہے۔ ترک رفع یدین کے تعامل کی دلیل یہ ہے کہ کوفہ میں جو عساکر اسلام کی چھاؤنی تھی اور جس میں پانچ سو صحابہ کرامؓ کا ہونا ثابت ہے، کوئی بھی رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ "المدونۃ الکبریٰ ج اص ا ۷" پر تبع تابعی امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ: تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں کسی رفع یدین کرنے والے کو پہچانتا تک نہیں۔ نیز کبار صحابہ کرامؓ مثلاً ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھم و دیگر صحابہ کرام تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور صغار صحابہ کرامؓ نے اپنے دور میں رفع یدین اس لیے شروع کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل جو لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہونے لگا تھا لوگوں کے سامنے آجائے اور اس سلسلے کی جو روایات ہیں وہ محفوظ ہوجائیں۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے رفع یدین کرنے پر، جس کی بنیاد پر آج کل کے غیر مقلدین رفع یدین نہ کرنے والوں پر زبان طعن دراز کر رہے ہیں، حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس

بارے میں چھ طرح کی روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ ا: صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین ۔۲: صرف دو جگہ رفع یدین یعنی تکبیر تحریمہ اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت، جیسا کہ مؤطا امام مالکؒ میں یہ روایت ہے اور اس کے متعدد متابع بھی ہیں۔۳: تین بار رفع تحریمہ کے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت جیسا کہ بخاری وغیرہ میں ہے، یہی روایت آج کل کے علمائے غیر مقلدین کی دلیل ہے۔۴: چار دفعہ رفع یدین یعنی مذکورہ بالا تین مقامات کے علاوہ قعدۂ اولیٰ سے اٹھتے وقت، یہ روایت بھی صحیح بخاری میں ہے۔۵: اور بعض روایات میں ان مذکورہ چار مقامات کے علاوہ سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے جیسا کہ سنن نسائی میں ہے اور حافظ ابن حجر نے اس روایت کو صحیح ترین روایت قرار دیا ہے اور امام بخاریؒ نے جزء رفع الیدین میں اسی پر حسن بصریؒ، مجاہدؒ، طاؤسؒ، قیس بن سعدؒ، الحسن بن مسلمؒ کا عمل نقل کیا ہے۔۶: بعض روایات میں تو ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت رفع یدین کی صراحت ہے، اس روایت کو حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں نقل کیا ہے، یہ روایت بھی صحیح ہے، الاستذکار ج ۴ ص ۱۰۵ اور التمہید ج ۹ ص ۲۲۸ میں ہے کہ صحابہؓ و تابعینؒ کی ایک جماعت کا اسی کے مطابق عمل تھا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ روایت جس میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کا ثبوت ہے اگرچہ سند کے لحاظ سے صحیح ہے لیکن محدثین کے ضابطہ کے مطابق اس

میں اضطراب ہے جسے ختم کرنا ممکن نہیں کہ ایک روایت کوتو لے لیا جائے اور بقیہ ساری روایتوں کوترک کردیا جائے، کیونکہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے نبی اکرم ﷺ نے ان روایات میں مذکورہ صورتوں میں سے ہر صورت پر عمل کیا ہے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے جس طرح رفع یدین کا ثبوت ہو رہا ہے اسی طرح ترک رفع بھی ثابت ہے۔ لہٰذا رفع یدین نہ کرنے والوں پر ترک سنت کا طعنہ دینا کسی طرح درست نہیں بلکہ ان مذکورہ روایات کی بنیاد پر اگر کوئی ان غیر مقلدین کی زبان میں خود انہیں ترک سنت کا الزام دے تو اس الزام کا ان کے پاس کیا جواب ہوگا؟

اب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا خود کا عمل دیکھیں تو طحاوی اور موطا امام محمد میں ہے کہ ابن عمرؓ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، جو صحابی رفع یدین کی روایت بھی نقل کر رہے ہیں پھر اس کے خلاف عمل کر رہے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا آخری عمل ترکِ رفع یدین ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ رفع یدین کا حکم شروع میں تھا بعد میں منسوخ ہوگیا۔

دلیل نمبر ۱ : عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: اَلَا اُصَلِّي بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ، قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ. قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَبِهٖ يَقُوْلُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ

اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ وَالتَّابِعِیْنَ وَھُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ وَاَھْلُ الْکُوْفَۃِ۔ (ترمذی ص ۵۹، ورجالہ رجال مسلم)

ترجمہ: حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ میں تم کو حضور ﷺ جیسی نماز نہ پڑھاؤں اس کے بعد انہوں نے نماز پڑھائی اور پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ) کے بعد کسی جگہ رفع یدین نہ کی۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس روایت کے علاوہ ترک رفع یدین کے بارے میں حضرت براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول یہ حدیث حسن ہے، اور بہت سارے اہل علم صحابہؓ و تابعینؒ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے قائل ہیں اور یہی بات (امام حدیث و فقہ) سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کہتے ہیں۔ (ترمذی، ص ۵۹)

یہ حدیث صحیح ہے (محلی بن خزم، ج ۲، ص ۳۵۸) اس کے سب راوی مسلم شریف کے راوی ہیں (الجوھر النقی، ج ۱، ص ۱۳۷)

نوٹ: یہ حدیث "ابو داؤد، ج ۱، ص ۱۰۹"۔ "نسائی، ص ۱۵۸، ۱۶۱"۔ "مُصَنَّف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۲۶۷" ۔ "مشکوٰۃ، ص ۷۷"۔ "مسند امام احمد، ج ۵، ص ۲۵۱"۔ "بیہقی، ج ۲، ص ۷۸"۔ "سنن دار قطنی، ج ۲، ص ۲۹۶"۔ "محلی ابن حزم ج ۳ ص ۲۳۵"۔ "شرح السنۃ بغوی ج ۳ ص ۲۴"۔ "شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۱۶۲"۔ میں بھی ہے۔

دلیل نمبر ۲: قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَلَا یَعُوْدُ لِشَیْءٍ مِّنْ ذٰلِکَ.

(مسند امام اعظم ص ۵۰ ج ۱ میر محمد کتب خانہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر دوبارہ کہیں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

دلیل نمبر ۳: عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَةٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ.

(طحاوی ص ۱۴۶ ج ۱، وسندہ قوی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ تکبیر تحریمہ میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

دلیل نمبر ۴: عَنْ بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ یَدَیْهِ ثُمَّ لَا یَرْفَعُهُمَا حَتّٰی یَفْرُغَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷ ج ۱)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

نوٹ: جب کسی مسئلہ میں نبی اکرم ﷺ کی احادیث باہم متعارض ہوں، مثال کے طور پر رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا بھی ثابت ہے اور کرنا بھی ثابت ہے تو اس وقت کیا کرنا چاہیے؟ اس کے بارے میں امام ابوداؤد لکھتے ہیں:

اِذَا تَنَازَعَ الْخَبْرَانِ عَنِ النَّبِيِّ انْظِرَ اِلٰی عَمَلِ اَصْحَابِهٖ بَعْدَهٗ. (ابو داؤد)

ترجمہ: جب کسی مسئلہ میں رسول خدا کی احادیث باہم متعارض ہوں تو اس وقت حضرات صحابہ کے اس عمل کو دیکھا جائے گا جسے انہوں نے آپ کے بعد کیا ہے۔

اثر صدیق اکبرؓ:

دلیل نمبر ۵: عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَ اَبِيْ بَكْرٍؓ وَ عُمَرَؓ فَلَمْ يَرْفَعُوْا اَيْدِيَهُمْ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَ قَالَ اِسْحَاقُ وَ بِهٖ نَاْخُذُ فِی الصَّلٰوةِ كُلِّهَا.

(در قطنی ص ۲۹۵ ج ۱، الجوهر النقی ص ۷۹ ج ۱، وقال الحافظ الماردینی اسناده جید)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کے پیچھے اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اُن میں سے کسی نے اپنے ہاتھوں کو تکبیرِ

تحریمہ کے علاوہ کسی اور تکبیر میں نہیں اُٹھایا۔ محدث اسحاق کہتے ہیں کہ ہمارا سب نمازوں میں اسی پر عمل ہے۔

اثر حضرت عمر فاروقؓ:

دلیل نمبر ۶: عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شیء من صلاتہ الا حین افتتح الصلاۃ قال عبدالملک و رأیت الشعبی و ابراھیم و أبا اسحاق لا یرفعون أیدیھم الا حین یفتتحون الصلوۃ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۶۸ ج ۱. وقال الحافظ ابن حجر: رجالہ ثقات. الدرایہ ص۸۵)

ترجمہ: مشہور تابعی حضرت اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ نماز پڑھی، انہوں نے اپنے ہاتھوں کو صرف نماز کو شروع کرتے وقت اٹھایا۔ سند کے ایک راوی عبدالملک کہتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ، امام ابراہیم نخعیؒ اور ابو اسحاقؒ کو دیکھا یہ ائمہ حدیث صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

اثر حضرت علیؓ:

دلیل نمبر ۷: عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَأَیْتُ عَلِیَّ بْنَ أَبِیْ طَالِبٍ رَفَعَ یَدَیْہِ فِی التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلیٰ مِنَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ وَلَمْ یَرْفَعْھُمَا فِیْمَا سِوٰی ذٰلِکَ.

(مصنَّف ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷ ج ۱، موطأ امام

محمد ص ۹۲، وقال الحافظ الزیلعی وھو أثر صحیح. نصب الرایه ص ۴۰۶ ج ۱ ،وقال الحافظ ابن حجر رجاله ثقات. الدرایه ص ۸۵)

ترجمہ: (حضرت علیؓ کے شاگرد) کلیبؒ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد پھر نہیں کرتے تھے۔

اثر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

دلیل نمبر ۸: عن مجاهد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیه الا فی أول ما یفتتح.

(مصنف ابن ابی شیبه ص ۲۶۸ ج ۱ ورجال اسناده رجال البخاری)

ترجمہ: امام مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رفع یدین کرتے ہوئے سوائے ابتدائے نماز کے۔

اثر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ:

دلیل نمبر ۹: عن ابن مسعودؓ انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة. (موطا امام محمد ص ۹۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صرف نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

اثر حضرت ابوہریرہؓ:

دلیل نمبر ۱۰: اِنَّ ابا هریرة کان یصلی بهم فکبر

کلما خفض و رفع وقال ابو جعفر و کان یرفع یدیه حین یکبر و یفتتح الصلاۃ. (موطأ امام محمد ص ۹۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نماز پڑھاتے تھے تو ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے تھے، ابو جعفر نے مزید یہ وضاحت کی کہ نماز شروع کرتے وقت جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے شاگرد:

دلیل نمبر ۱۱: عن أبی اسحاق قال: کان اصحاب عبداللّٰہ و أصحاب علیّ لا یرفعون ایدیھم الا فی افتتاح الصلاۃ قال وکیع ثم لا یعودون.

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۶۷ ج ۱، الجوہر النقی ص ۷۹ ج ۲، وسندہ صحیح علی شرط الشیخین)

ترجمہ: ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد اور حضرت علیؓ کے شاگرد صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

نوٹ: اس مسئلہ میں حضرات صحابہ اور ان کے بعد فقہاء ومحدثین کا طریقہ عمل مختلف رہا ہے لیکن خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین ثابت نہیں ہے، اس لیے اس کے راجح ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔

7: وتر تین رکعت ایک ساتھ

احناف تین رکعات وتر پڑھتے ہیں جبکہ غیر مقلدین حضرات ایک رکعت وتر کے قائل ہیں۔ ہمارے دلائل اس بارے میں بھی بہت زیادہ ہیں، جن میں سے کچھ لکھ رہا۔

دلیل نمبر ا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث جس میں حضور ﷺ کی تہجد کی نماز کا ذکر ہے اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا

(بخاری ص ۱۵۴ ج ا . مسلم ص ۲۵۴ ج ا)

ترجمہ: پھر آپ ا تین رکعات (وتر) پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۲: عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ جُرَیْجٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِاَیِّ شَیْءٍ کَانَ یُوْتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ کَانَ یَقْرَأُ فِی الْاُوْلٰی بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الثَّانِیَةِ بِقُلْ یَا اَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوَّذَتَیْنِ. (ترمذی ص ۱۰۶ ج ا)

ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن جریج سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں کیا پڑھتے تھے تو عائشہؓ نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تھے اور دوسری میں قل یا ایھا الکٰفرون پڑھتے تھے اور تیسری میں قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۳: عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ لَا یُسَلِّمُ فِیْ رَکْعَتَیِ الْوِتْرِ.

(نسائی ص ۲۴۸ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۹۵ ج ۲. مستدرک حاکم ص ۳۰۵ ج ۱)

ترجمہ: حضرت سعد بن ہشام سے روایت ہے کہ ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

دلیل نمبر ۴: عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَکْعَاتٍ. (نسائی ص ۲۴۸ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۵: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

ثُمَّ اَوْتَرَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ) بِثَلَاثٍ.

(مسلم ص ۲۶۱ ج ۱)

ترجمہ: پھر (رسول اللہ ﷺ) تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۶: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقْرَأُ فِی الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَ قُلْ یَا اَیُّهَا

الْكَافِرُوْنَ وَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فِیْ رَكْعَةٍ رَكْعَةٍ.

(ترمذی ص ۱۰۶ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۷: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ. (نسائی ص ۲۴۹ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۸: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَمَانِ رَكْعَاتٍ وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.

(نسائی ص ۲۴۹ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو آٹھ رکعات (تہجد) پڑھتے تھے اور وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۹: عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ. (ترمذی ص ۱۰۶ ج ۱)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۰: قَالَ الْقَاسِمُ وَ رَاَیْنَا اُنَاسًا مُنْذُ اَدْرَکْنَا یُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ. (بخاری ص۱۳۵ ج۱)

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پوتے حضرت قاسمؒ بن محمد فرماتے ہیں کہ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا اس وقت سے ہم لوگوں کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ تین رکعات وتر پڑھتے ہیں۔

دلیل نمبر ۱۱: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.

(نسائی ص ۱۹۴ ج۲)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۲: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ اَنَّہٗ اَوْتَرَ بِثَلَاثِ رَکْعَاتٍ لَمْ یَفْصِلْ بَیْنَھُنَّ بِسَلَامٍ.

(مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ج۲)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ وہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے بیچ میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۳: عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّہٗ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَمْ یُسَلِّمْ اِلَّا فِیْ آخِرِھِنَّ. (مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ج۲)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ وہ تین وتر پڑھتے تھے سلام آخر میں پھیرتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۴: عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِیَاثٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ

بْنَ زَیْدٍ یَقُوْلُ اَلْوِتْرُ ثَلَاثٌ. (مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ج ۲)

ترجمہ: عثمان بن غیاثؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کو یہ کہتا سنا کہ وتر تین (رکعات) ہیں۔

دلیل نمبر ۱۵: عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍؓ اَنَّہٗ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ. (مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ج ۲)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ وہ وتر تین پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۶: عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقٍ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ عَلِیٍّ وَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰہِ لَا یُسَلِّمُوْنَ فِیْ رَکْعَتَیِ الْوِتْرِ.

(مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۱۹۵ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابواسحاقؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے (بلکہ تیسری رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے)۔

دلیل نمبر ۱۷: عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّ الْوِتْرَ ثَلٰثٌ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ آخِرِھِنَّ.

(مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ج ۲)

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین ہیں اور سلام ان تین کے آخر میں ہے۔

8: دعاء قنوت رکوع سے پہلے

احناف کے نزدیک دعاء قنوت وتر میں رکوع سے پہلے ہے جبکہ غیر مقلدین رکوع کے بعد پڑھتے ہیں۔ ہمارے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱: عَنْ أُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَکْعَاتٍ... وَیَقْنُتُ قَبْلَ الرُّکُوْعِ.

(نسائی ص ۲۴۸ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۲: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقْنُتُ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۰۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ وتر میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۳: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَنَتَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۰۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قنوت وتر میں رکوع سے پہلے پڑھا۔

دلیل نمبر ۴: عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ رض أَنَّہٗ کَانَ یَقْنُتُ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۰۲)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ دعائے قنوت وتر میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۵: أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوْا يَقْنُتُوْنَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۰۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم ﷺ کے باقی صحابہ کرامؓ وتر میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۶: أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يَقْنُتُ السَّنَةَ كُلَّهَا فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ. (کتاب الآثار ص ۵۵)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پورا سال وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۷: عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِيْ آخِرِ رَكْعَةٍ مِّنَ الْوِتْرِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ. (جزء رفع الیدین)

ترجمہ: حضرت اسودؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی آخری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے پھر رفع یدین کر کے قنوت پڑھتے تھے رکوع سے پہلے۔

۹: وتر میں کون سی قنوت پڑھی جائے؟

وتر میں جو دعائے قنوت حضور ﷺ سے ثابت ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جس کے پڑھنے پر عمل تھا وہ "اَللّٰھُمَّ اِنَّانَسْتَعِیْنُکَ.." ہے۔

دلیل نمبر ۱ :عَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ عَلَّمَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنْ نَقْرَاَ فِی الْقُنُوْتِ: اَللّٰھُمَّ اِنَّانَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ... (مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۲۰۰ ج ۲)

ترجمہ: ابوعبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ ہمیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سکھایا کہ ہم قنوت میں پڑھیں: اَللّٰھُمَّ اِنَّانَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ... (آخر تک)

دلیل نمبر ۲ : عَنْ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ قُلْ فِیْ قُنُوْتِ الْوِتْرِ اَللّٰھُمَّ اِنَّانَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ...

(مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۲۰۰ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ وتر کی قنوت میں یہ دعا پڑھ: اَللّٰھُمَّ اِنَّانَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ... (آخر تک)

دلیل نمبر ۳: عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنَّانَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ...

(مصنّف عبدالرزاق ص ۱۱۲ ج ۳)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (وتر کی قنوت میں) یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ... (آخر تک)

10: تراویح بیس رکعات

رمضان المبارک کی راتوں کو تراویح پڑھنا سنت موٴکدہ ہے، حضور ﷺ نے رمضان کی راتوں میں خود بھی خاص اہتمام کے ساتھ تراویح نماز پڑھی اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی اور رمضان کی تین راتیں ۲۳، ۲۵، ۲۷ حضور ﷺ نے با جماعت نماز تراویح پڑھائی، اور اس خوف سے کہ کہیں امت پر یہ فرض ہی نہ ہو جائے آپ ﷺ نے تراویح کی جماعت ترک کر دی۔ کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے ان راتوں میں کتنی رکعتیں نماز تراویح پڑھیں یا پڑھائیں۔ آٹھ رکعات کی روایت بھی ہے اور بیس رکعات کی روایت بھی ہے مگر دونوں ضعیف ہیں، اسلئے یقین سے یہ بتانا نہایت مشکل ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان میں کتنی رکعات تراویح پڑھیں یا پڑھائیں جیسا کہ خود غیر مقلدین کو اس بات کا اقرار ہے، چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم نواب نورالحسن لکھتے ہیں کہ کسی مرفوع حدیث میں تراویح کا عدد معین نہیں آیا۔

(العرف الجادی ص ۸۴)

حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سوا دو سال تقریباً رہی ہآپ کی خلافت میں اندرونی و بیرونی فتنوں نے اس قدر سر اٹھایا کہ آپؓ کو ان سے فارغ ہو کر کسی اور طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں مل سکا یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

پھر حضرت عمرؓ کا دور خلافت آیا، آپؓ کی خلافت میں آپ کے حکم سے

تقریباً ۱۴ھ سے مسجد نبوی ﷺ میں تراویح ۲۰ رکعات با قاعدہ جماعت کے ساتھ شروع ہوئی، اُس کے اوپر تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہوا۔ خلفائے راشدین اور جمہور صحابہؓ جس حکم شرعی پر اتفاق کرلیں اس پر عمل کرنا بھی تمام مسلمانوں پر لازم ہے جو اس حدیث سے ثابت ہے۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ.

(ابن ماجه ص ۵. مشکوة ص ۳۰)

ترجمہ: " تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین جو ہدایت کیلئے مشعلِ راہ ہیں اُن کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا لازم ہے۔"

جو اس کو تسلیم نہیں کریں گے وہ اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہیں۔ پاک و ہند میں حنفی دیو بندی ہی اہلِ سنت والجماعت کے اُصولوں کے زیادہ پابند ہیں، اسلئے انہیں کو اہلِ سنت کہنا زیادہ صحیح ہے۔ صحیح سندوں کے ساتھ یہ بات حدیث کی کتابوں میں موجود ہے کہ بیس رکعات تراویح کے اہتمام کا سلسلہ ۱۴ھ سے مسجد نبوی ﷺ میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ان کے حکم سے شروع ہوا اور اُس کے اوپر تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہوا۔ کسی بھی ایک صحابی نے اس عمل پر نکیر نہیں کی۔ اسی کو اجماع صحابہؓ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے پورے دور میں اور پھر حضرت علیؓ کے زمانہ میں اور پھر صحابہؓ کے پورے دور میں اور پھر تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانوں میں سلسلہ در سلسلہ ۱۲۸۴ھ تک مسلمان ہمیشہ بیس رکعات تراویح ہی پڑھتے رہے۔ آج بھی حرمین شریفین میں بیس رکعات تراویح ہی کا اہتمام کیا

جا رہا۔ ہندوستان میں سب سے پہلے ۱۲ صدیوں کے علماء و محدثین کے خلاف فتویٰ دینے اور ۲۰ رکعات تراویح کو خلاف سنت کہہ کر ۸ رکعات تراویح کو مسنون کہنے کی ہمت سب سے پہلے ۱۲۸۴ھ میں اکبر آباد شہر میں ایک غیر مقلد مولوی نے کی اور پنجاب میں سب سے پہلے مولوی محمد حسین بٹالوی گورداس پوری نے کی اور گورداس پوروہی علاقہ ہے جہاں سے مرزا غلام احمد قادیانی، مسٹر غلام احمد پرویز اور مودودی جیسے اسلام کے دشمن لوگ پیدا ہوئے۔

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور جمہور صحابہ سے بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پر اجماع کا ثبوت ہے۔ اس کیلئے کچھ روایات بطور نظیر پیش کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ۱: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ:

وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى مَا رُوِىَ عَنْ عُمَرَ وَ عَلِيٍّ وَ غَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.

(ترمذی باب ما جاء فی قیام شہر رمضان)

ترجمہ: اکثر اہل علم بیس رکعات تراویح ہی کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور ان کے علاوہ نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔

دلیل نمبر ۲: مَالِكٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِىْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ فِىْ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (موطا امام مالک ص ۹۸)

ترجمہ: حضرت امام مالکؒ یزید ابن رومانؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر کا اہتمام لوگ کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۳: عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ اَمَرَ رَجُلًا یُصَلِّیْ بِهِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً.

(مصنف ابن ابی شیبه ص ۲۸۵ ج ۲)

ترجمہ: حضرت یحیٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو مکلّف بنا رکھا تھا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھا دیا کرے۔

دلیل نمبر ۴: عَنْ اَبِی الْحَسْنَاءِ اَنَّ عَلِیًّا اَمَرَ رَجُلًا یُصَلِّیْ بِهِمْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً.

(مصنف ابن ابی شیبه ص ۲۸۵ ج ۲)

ترجمہ: حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھا دیا کرے۔

دلیل نمبر ۵: عَنْ حَسَنٍ عَبْدِالْعَزِیْزِ بْنِ رَفِیْعٍ قَالَ کَانَ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍؓ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ فِیْ رَمَضَانَ بِالْمَدِیْنَةِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبه ص ۲۸۵ ج ۲)

ترجمہ: عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ مدینۃ المنورہ

میں رمضان کے اندر بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر لوگوں کو پڑھادیا کرتے تھے۔

دلیل نمبر۶ : عَنِ الْحَارِثِ اَنَّهٗ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِيْ رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ وَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۸۵ ج ۲)

ترجمہ: حضرت حارث رمضان کی راتوں میں بیس رکعات تراویح میں لوگوں کی امامت کرتے تھے اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر۷: عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عُبَيْدٍ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيْعَةَ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ وَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ. (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲)

ترجمہ: حضرت سعید بن عبید فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ربیعہ رمضان کے اندر لوگوں کو پانچ ترویحات (یعنی بیس رکعات تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھایا کرتے تھے۔ (نوٹ: ایک ترویحہ چار رکعات تراویح کو کہا جاتا ہے۔)

دلیل نمبر۸ : عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۴۹۶ ج ۲)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں رمضان کے اندر بیس رکعات تراویح کا اہتمام تمام صحابہ کرتے تھے اور سو سو آیت والی سورتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں شدتِ قیام اور طولِ قیام کیوجہ سے لوگ اپنی لاٹھیوں کو سہارا بھی بنالیا کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۹: عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ ... وَكَانَ الْقِيَامُ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ ثَلَاثَةً وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً.

(مصنف عبدالرزاق ص ۲۶۲ ج ۴ حدیث نمبر ۷۷۳۳)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزیدؓ نے فرمایا کہ: حضرت عمرؓ کے دور میں تراویح (اور وتر) تیئیس رکعات ہوتی تھیں۔ (بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر)

دلیل نمبر ۱۰: عَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ السَّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ دَعَا الْقُرَّاءَ فِیْ رَمَضَانَ فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا يُصَلِّىْ بِالنَّاسِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً قَالَ وَكَانَ عَلِيٌّؓ يُوْتِرُ بِهِمْ.

(السنن الکبریٰ للبیھقی ص ۴۹۶ ج ۲)

ترجمہ: حضرت علیؓ رمضان کے اندر قاریوں کو بلاتے تھے پھر ان میں سے ایک کو بیس رکعات تراویح کیلئے لوگوں کی امامت کا حکم فرماتے اور حضرت علیؓ لوگوں کو وتر پڑھایا کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۱: ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلٰی اَنَّ التَّرَاوِیحَ عِشْرُوْنَ رَکْعَةً.

(مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴)

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بیس رکعات تراویح پر اجماع ہوا ہے۔

بیس رکعات تراویح کے بارے میں خلفائے راشدینؓ اور جمہور صحابہ کرامؓ کا اجماعی عمل آپ کے سامنے آچکا ہے۔ حضرت عمرؓ کے بعد صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے آٹھ رکعات تراویح با جماعت مسجد میں ادا کی ہوں۔ جو لوگ بیس رکعات تراویح کے خلاف آواز اٹھا رہے وہ سلف صالحین کے خلاف آواز اٹھا رہے ہے۔

آٹھ رکعات تراویح کے دلائل کا جائزہ

آٹھ رکعات تراویح پر غیر مقلدین کے پاس صرف اور صرف تین دلیلیں ہیں، ان تین دلیلوں کا حال یہ ہے کہ ان تین میں سے ایک تو تراویح کے بارے میں ہے ہی نہیں اور باقی دو ضعیف ہیں۔

غیر مقلدین کی پہلی دلیل: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔

مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَ رَکْعَةً یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ

حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّی ثَلاثًا.

(بخاری ص ۱۵۴ ج ۱)

ترجمہ: حضور ﷺ نہیں زیادہ کرتے تھے رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات پر، پہلے چار رکعات پڑھتے تھے مت پوچھوان رکعات کے حسن اور طول کے بارے میں پھر چار رکعات پڑھتے تھے مت پوچھو ان رکعات کے حسن اورطول کے بارے میں پھر تین رکعات پڑھتے تھے۔

(بخاری)

جواب: اس حدیث میں تو صرف اتنا ہے کہ حضور ﷺ سارا سال گیارہ رکعات پڑھتے تھے اس میں تراویح کی صراحت تو نہیں ہے۔اس حدیث میں تو تہجد کی نماز کے بارے میں ہے، گیارہ رکعات سے مراد آٹھ رکعات تہجد اور تین رکعات وتر۔ کیونکہ اس حدیث کو تمام محدثین (امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام ترمذیؒ، امام عبدالرزاق وغیرہ) تہجد کے باب میں لائے ہیں، اور اس حدیث میں اس نماز کا ذکر ہے جو پورا سال پڑھی جاتی ہے اور تراویح سارا سال نہیں پڑھی جاتی، اگر اس نماز سے تراویح مراد ہوتی تو غیر رمضان کے الفاظ نہ ہوتے ،اس حدیث کے آخر میں ہے کہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے جبکہ غیر مقلدین اہل حدیث کہلانے والے یا جماعت المسلمین کہلانے والے تو ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں اگر اس حدیث کے پہلے حصہ سے تراویح مراد لیکر پہلے حصہ پر عمل کرتے ہیں تو پھر دوسرے حصہ پر عمل کیوں نہیں کرتے ؟اور تمام احادیث کی

کتابوں میں اس حدیث کو امام مالکؒ کی سند سے لایا گیا ہے جبکہ خود امام مالکؒ آٹھ رکعات تراویح کے قائل نہیں۔

غیر مقلدین کی دوسری اور تیسری دلیل کا جواب:

باقی دو دلیلیں خیر المصابیح کتاب سے ہیں اور وہ دونوں ضعیف ہیں، کیونکہ ان دونوں حدیثوں میں یعقوب قمی، حمید الرازی، یحیٰ بن جاریہ ضعیف راوی ہیں۔

11: صبح کے فرضوں کے بعد طلوع شمس سے پہلے سنتیں نہ پڑھنی چاہئیں

دلیل : عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

(بخاری ص ۸۲ ج ا، مسلم ص ۲۷۵ ج ا)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد طلوع شمس تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

12: جنازہ میں سورہ فاتحہ

احناف کے نزدیک نمازِ جنازہ میں نہ تو سورہ فاتحہ ہے اور نہ ہی کوئی اور سورت۔ پہلی تکبیر کے بعد ثناء، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف، تیسری تکبیر کے

بعد دعا برائے میت اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام ہے۔جبکہ غیر مقلدین نمازِ جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو فرض کہتے ہیں۔ذیل میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں جس سے اس مسئلہ کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ نمازِ جنازہ میں فاتحہ نہیں ہے۔

دلیل نمبر۱: حضرت ابوسعید مقبریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ آپ نمازِ جنازہ کیسے پڑھتے ہیں؟ تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔۔۔

كَبَّـرْتُ وَ حَمِدْتُّ اللّٰهَ وَ صَلَّيْتُ عَلٰى نَبِيِّهٖ ثُمَّ أَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ...

(موطأ امام مالک ص۲۰۹ باب ما یقول المصلی علی الجنازة، مصنف عبدالرزاق ص۴۸۸ ج۳)

ترجمہ: پہلے تکبیر کہتا ہوں، پھر اللہ کی ثناء بیان کرتا ہوں، پھر نبی ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں پھر میت کیلئے دعا مانگتا ہوں۔

اس صحیح روایت سے واضح ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جو نمازِ جنازہ حضور ﷺ سے سیکھی اس میں نہ سورہ فاتحہ کی قرأت ہے نہ ہی کسی اور سورۃ کی،اگر سورہ فاتحہ فرض ہوتی تو حضرت ابو ہریرہؓ اس کو بھی ضرور ذکر کرتے۔

دلیل نمبر ۲ : أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْرَأُ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ. (موطأ امام مالک ص ۲۰۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نمازِ جنازہ میں قرأت (فاتحہ یا کوئی اور سورۃ) نہیں پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۳: عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْرَأُ فِي

الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمَیِّتِ. (مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ ج ۳)

ترجمہ: حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جنازہ میں قرأت نہیں پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۴: سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ:

لَا قِرَاءَ ۃَ عَلَی الْجَنَازَۃِ. (مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ج ۳)

ترجمہ: نماز جنازہ میں کوئی قرأت نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۵: عَنْ أَبِی الْمِنْهَالِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِیَۃِ عَنِ الْقِرَاءَ ۃِ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَقَالَ مَا کُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ تُقْرَأُ اِلَّا فِیْ صَلٰوۃٍ فِیْهَا رُکُوْعٌ وَّ سُجُوْدٌ. (مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ ج ۳)

ترجمہ: حضرت ابوالمنہال کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالعالیہ سے جنازہ نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ سورہ فاتحہ کی قرأت تو صرف رکوع اور سجدوں والی نماز میں کی جاتی ہے۔

دلیل نمبر ۶: حضرت ابوبردہؓ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ (أَقْرَأُ عَلَی الْجَنَازَۃِ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ) کیا میں جنازہ پر سورہ فاتحہ کی قرأت کروں؟ (قَالَ لَا تَقْرَأْ) تو حضرت ابوبردہ نے کہا کہ نہ پڑھ۔

(مصنّف ابن ابی شیبہ ۱۸۳ ج ۳)

دلیل نمبر ۷: عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ لَیْسَ فِیْهَا قِرَائَةٌ.

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ص ۴۴۸ ج ۱۲ باب قراءة فاتحة الکتاب علی الجنازة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جنازہ میں کوئی قراءۃ نہیں۔ (نہ سورہ فاتحہ اور نہ ہی کوئی اور سورت)

دلیل نمبر ۸: قَالَ مَالِكٌ قِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ لَیْسَتْ مَعْمُوْلًا بِهَا فِیْ بَلَدِنَا فِیْ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ.

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ص ۴۴۸ ج ۱۲ باب قراءة فاتحة الکتاب علی الجنازة)

ترجمہ: امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے شہر (مدینہ منورہ) میں نمازِ جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا معمول کہیں بھی نہیں۔

دلیل نمبر ۹: مکہ مکرمہ کے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ جو ۱۰۰ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات کا شرف رکھتے ہیں اور بہت بڑے تابعی ہیں۔ آپ سے نمازِ جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے حیران ہوکر فرمایا (مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا) کہ ہم نے جنازہ میں فاتحہ پڑھنا کبھی سنا ہی نہیں۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ج ۳)

13: مرد اور عورت کی نماز میں فرق

غیر مقلدین کا احناف سے ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ وہ مردوں اور

عورت کی نماز میں فرق نہیں مانتے۔ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں مرد کی نماز کے پڑھنے کا طریقہ اور ہے اور عورت کی نماز پڑھنے کا طریقہ اور ہے۔ ویسے تو مرد اور عورت کی نماز میں کافی فرق ہے چند فرق درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر۱: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یَا وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ اِذَا صَلَّیْتَ فَاجْعَلْ یَدَیْکَ حِذَاءَ اُذُنَیْکَ وَالْمَرْأَۃُ تَجْعَلُ یَدَیْھَا حِذَاءَ ثَدْیَیْھَا۔

(معجم کبیر طبرانی ص ۲۰ ج ۲۲ حدیث نمبر ۲۸)

ترجمہ: اے وائل بن حجر جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔

دلیل نمبر ۲: عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اِذَا سَجَدَۃِ الْمَرْأَۃُ فَلْتَحْتَفِرْ وَلْتَضُمَّ فَخِذَیْھَا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۰۲ ج ۱)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو پیٹ سے ملائے رکھے۔

دلیل نمبر ۳: عَنْ یَزِیْدِ ابْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ مُرْسَلًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَرَّ عَلٰی اِمْرَأَتَیْنِ تُصَلِّیَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الْاَرْضِ فَاِنَّ الْمَرْأَۃَ فِیْ ذَالِکَ لَیْسَتْ کَالرَّجُلِ۔ (مراسیل ابی داؤد ص ۸)

ترجمہ: یزید بن ابی حبیبؒ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو عورتوں

کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے انہیں فرمایا جب تم دونوں سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملالیا کرو کیونکہ عورت (کا حکم سجدہ کی حالت میں) مرد کی طرح نہیں ہے۔

14: نابالغ کی امامت

دلیل نمبر ا: عن الشعبی قال: لَا يَؤُمُّ الْغُلَامُ حَتّٰى يَحْتَلِمَ. (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۸۴ ج ۱)

ترجمہ: حضرت شعبیؒ نے فرمایا: نابالغ جب تک بالغ نہ ہو جائے تب تک امامت نہ کرائے۔

دلیل نمبر ۲: عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: لَا يَؤُمُّ غُلَامٌ حَتّٰى يَحْتَلِمَ. (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۸۴ ج ۱)

ترجمہ: حضرت مجاہدؒ نے فرمایا: کوئی نابالغ جب تک بالغ نہ ہو جائے تب تک امامت نہ کرائے۔

16: ایک مجلس میں تین طلاقیں

"تین طلاق" چاہے ایک مجلس یا ایک لفظ میں دی جائیں یا متعدد اوقات میں وہ تین ہی واقع ہوتی ہیں، جمہور فقہاء اور ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک یہی ہے۔ ابن القیم حنبلیؒ نے زاد المعاد ص ۵۴ ج ۴ میں، ابن رشد مالکیؒ نے بدایۃ المجتہد ص ۶۱ ج ۲ میں، نووی شافعیؒ

نے شرح مسلم ص ۴۷۸ ج ۱ میں، ابن الہمام حنفیؒ نے فتح القدیر ص ۲۵ ج ۳ میں، شوکانیؒ نے نیل الاوطار ص ۲۴۵ ج ۶ میں، اہل حدیث رہنما شمس الحق نے عون المعبود ص ۲۲۹ ج ۲ میں یہی لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ کے ہاں تین طلاق واقع ہوتی ہیں۔ پھر امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے ہاں مکروہ تحریمی ہے، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے ہاں خلاف اولیٰ ہے۔ اس کے برخلاف شیعوں کا اور آخری دور کے علماء میں سے علامہ ابن تیمیہؒ کا مسلک یہ ہے کہ تین طلاقیں جو ایک ساتھ دی جائیں وہ صرف ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہوتی ہیں۔ دورِ حاضر کے غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں جمہور علمائے سلف کی رائے چھوڑ کر علامہ ابن تیمیہؒ کے مسلک کی شدت سے تقلید کر رکھی ہے اور عام مسلمانوں کو یہ باور کرانے میں مصروف ہیں کہ ایک مجلس یا ایک تلفظ میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔ اس مسئلہ کو غیر مقلدین نے اپنے مزعومہ اسلام کے شعائر میں شامل کر لیا ہے۔ نادم اور شرمسار طلاق دینے والوں کو دلاسہ دیا جاتا ہے اور انہیں اس پر آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ غیر مقلدوں کے فتویٰ پر عمل کر کے ایک مجلس یا ایک لفظ میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کر کے اپنی بیوی سے رجوع کر کے اپنا ازدواجی تعلق برقرار رکھ سکتے ہیں (العیاذ باللہ)۔ حالانکہ ظاہر قرآن، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور اقوال فقہاء ومحدثین سے ثابت ہے کہ ایک مجلس یا ایک لفظ کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ یہ مسئلہ بڑا نازک ہے، اس لیے کہ جب ایسی عورت سے رجعت کو حلال کہہ کر اس کو ساتھ رکھے گا جس کی حرمت پر تمام ائمہ عظام کا اتفاق

ہے اور جس کو حلالہ شرعیہ کے بغیر گھر میں رکھنا حرام کاری ہے تو پھر اس سے جو اولادیں پیدا ہوں گی ان کے بارے میں کیا حکم ہوگا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سعودی عرب کی اعلیٰ ترین فقہی مجلس ھیئۃ کبار العلماء نے ۱۳۹۳ھ میں پوری بحث کے بعد بالاتفاق یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔ یہ پوری بحث اور مفصل تجویز مجلۃ البحوث الاسلامیہ جلد اول کے تیسرے شمارے ۱۳۹۷ھ میں ۱۵۰ صفحات میں شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب آپ انٹرنیٹ پر اس لنک پر بھی دیکھ سکتے ہیں

http://www.darululoom-deoband.com/urdu/current/index.htm

تعجب ہے کہ غیر مقلد حضرات جو ہر معاملہ میں حرمین کے علماء کا حوالہ دیتے ہیں اس مسئلہ میں علماء سعودی عرب کی رائے اور موقف کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اب اس مسئلہ کے متعلق دلائل پیش کیے جا رہے ہیں۔

دلیل نمبر ۱: حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے ایک بڑے مجمع میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنی بیوی سے لعان کیا تو اس بعد عرض کیا:

كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَّامُرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

(بخاری باب من اجاز طلاق الثلاث ص ۷۹۱ ج ۲، مسلم ص ۴۸۹ ج ۱، ابو داؤد ۳۰۵)

ترجمہ: اے اللہ کے رسول اگر میں اسے اپنے پاس رکھوں تو میں نے اس پر

جھوٹ باندھا اس کے بعد اسے تین طلاقیں دے دیں قبل اس کے کہ آنحضرت ﷺ انہیں حکم دیتے۔

دلیل نمبر ۲: امام نوویؒ نے بحوالہ امام جریر طبری لکھا ہے کہ یہ واقعہ سن ۹ ھ کا ہے اور اس واقعہ سے متعلق ابو داؤد کی روایت میں تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان طلاقوں کو نافذ فرما دیا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

فَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَانْفَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (ابو داؤد ص ۳۰۶ ج ۱)

ترجمہ: اس (عویمر عجلانیؓ) نے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں تین طلاقیں دے دیں اور آنحضرت ﷺ نے انہیں نافذ فرما دیا۔

اس حدیث میں یہ تصریح کہ نبی اکرم ﷺ نے عویمر عجلانیؓ کی ایک مجلس میں دی ہوئی تینوں طلاقوں کو نافذ فرما دیا اس کی روشن دلیل ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔

دلیل نمبر ۳: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ:

أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهٗ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانَ.

(نسائی ص ۹۹ ج ۲، مشکوٰۃ ص ۲۸۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی کے بارے میں بتایا گیا کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دی ہیں تو آپ ﷺ غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین طلاق اکٹھی دینا ناپسندیدہ بات ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے اسے کالعدم قرار نہیں دیا۔ ابن القیمؒ ابوبکر ابن العربیؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ فَلَمْ یَرُدَّهُ النَّبِيُّ ابَلْ أَمْضَاهُ۔ (تہذیب سنن ابی داؤد ص ۱۲۹ ج ۳) پس نبی ﷺ نے اس (اکٹھی تین طلاق) کو رد نہیں فرمایا بلکہ نافذ فرمایا۔

دلیل نمبر ۴: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی اور کہا میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کو قسم دیکر پوچھا (وَاللّٰهِ مَا أَرَدتَّ اِلَّا وَاحِدَةً) کیا تو نے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا؟ (فَقَالَ رُکَانَةُ وَاللّٰهِ مَا أَرَدتُّ اِلَّا وَاحِدَةً) حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا (فَرَدَّهَا اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ) رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنی بیوی لوٹا دی۔

(ابو داؤد ص ۳۰۰، مشکوٰۃ ص ۲۸۴)

☆ لفظ بتہ سے تین طلاق بھی دی جا سکتی ہے اور ایک طلاق بھی۔ اسی لئے آپ ﷺ نے ان کو قسم دیکر دریافت فرمایا۔ اگر تین اکٹھی طلاق ایک رجعی کے حکم میں ہوتی تو پھر قسم دیکر دریافت کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ رجوع تو وہ پھر بھی کر سکتے تھے۔

☆ دلائل اور بھی اس موضوع پر بہت ہیں لیکن طوالت سے بچنے کیلئے ان چار دلائل پر اکتفاء کر رہا۔

﴿غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات﴾

غیر مقلدین کی پہلی دلیل: ابوداؤد اور بیہقی میں حضرت رکانہؓ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھیں، آپ ﷺ نے ان کو رجوع کا حکم دیا تھا۔۔۔؟

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں بعض بنی رافع مجہول راوی ہے، مستدرک حاکم میں اس مجہول راوی کی تعیین محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع سے کی گئی ہے جس کو امام بخاریؒ اور امام ابوحاتم نے منکر الحدیث کہا، ابن معینؒ نے کہا لیس بشیء، دارقطنی نے کہا متروکؒ۔ (میزان الاعتدال ص ۶۳۵ ج ۳، تہذیب التہذیب ص ۳۲۱ ج ۹) اصل میں حضرت رکانہؓ نے طلاق بتہ دی تھی بعض راویوں نے روایت بالمعنیٰ کرتے ہوئے طلاق ثلاثہ کہا۔ ابوداؤد نے اس حدیث پر باب فی البتۃ قائم کیا ہے اور اس کو راجح کہا ہے۔

غیر مقلدین کی دوسری دلیل: مسند احمد اور بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رکانہؓ اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر بہت نادم ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو رجوع کا حکم فرمایا۔۔۔؟

جواب: یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق اور داؤد بن حصین دونوں ضعیف راوی ہیں۔

غیر مقلدین کی تیسری دلیل: مسلم شریف میں ہے کہ طاؤس ابن عباسؓ

سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے پہلے والے دو سالوں میں اکٹھی تین طلاق کو ایک طلاق سمجھا جاتا تھا۔۔۔؟

جواب: حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کے آٹھ جوابات لکھے ہیں ان میں سے دو نقل کر رہا۔ ایک جواب یہ ہے کہ یہ روایت طاؤس کا وہم ہے طاؤس اس میں متفرد ہے، حضرت ابن عباسؓ کے دوسرے ثقہ شاگرد یہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے تین طلاق کو تین طلاق قرار دیا ہے۔ ابن عبد البر مالکیؒ فرماتے ہیں کہ ہذہ الروایۃ وہم و غلط (الجوہر النقی علی البیہقی ص ۳۳۷ ج ۷) امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے سارے شاگرد طاؤس کی روایت کے خلاف روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار ص ۲۴۷ ج ۶) دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ اس کے خلاف منقول ہے، جس صحابی کا قول اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت منسوخ یا مؤول ہوتی ہے۔

غیر مقلدین کی چوتھی دلیل: مجموعہ فتاویٰ میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں اَولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص (اکٹھی تین طلاق دینے والا) کسی عالم شافعی سے استفسار کر کے اس کے فتویٰ پر عمل کرے۔۔۔؟

جواب: اس میں شافعیؒ و حنفیؒ کا کوئی اختلاف نہیں ہے، سب تین طلاق کے وقوع کے قائل ہیں۔ یہ استفتاء جمادی الاولیٰ ۱۲۹۰ھ کا ہے، اس کے بعد جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ میں مولانا کا فتویٰ جمہور کے موافق جاری ہوا جو مجموعہ فتاویٰ ص ۴۹۳ ج ۱ میں موجود ہے۔ نیز عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ ص ۶۳ ج ۳ پر مولانا نے جمہور کے موافق لکھا ہے۔

17: قربانی کے صرف تین دن

دلیل نمبر ۱ : مَالِکٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَلْاَضْحٰی یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ الْاَضْحٰی.

(موطا امام مالک ص ۴۹۷، مشکوۃ ص ۱۳۳۱)

ترجمہ: امام مالکؒ روایت کرتے ہیں حضرت نافعؒ سے، وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہ انہوں نے فرمایا: قربانی کے تین دین ہیں۔ ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحج۔

دلیل نمبر ۲ : أَنَّ عَلِیَّ بْنَ أَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ یَقُوْلُ: اَلْاَضْحٰی یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ الْاَضْحٰی.

(السنن الکبریٰ للبیھقی ص ۲۹۷ ج ۹ بیروت)

ترجمہ: حضرت علیؓ نے فرمایا: قربانی کے تین دین ہیں۔ ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحج۔

دلیل نمبر ۳: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

اَلْاَضْحٰی یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ النَّحْرِ. (الجوھر النقی ص ۲۹۶ ج ۷)

ترجمہ: عید کے بعد قربانی کے صرف دو دن ہیں۔

دلیل نمبر ۴: قَالَ اَحْمَدُ اَیَّامُ النَّحْرِ ثَلَاثَۃٌ عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ.

(المغنی لابن قدامہ ص ۱۱۴ ج ۱۱)

ترجمہ: (امام بخاریؒ کے استاد) امام احمدؒ نے فرمایا: قربانی کے صرف تین دن ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے۔

18: دونوں ہاتھوں سے ہاتھ ملانے کا ثبوت

کسی ایک بھی حدیث میں ایسا نہیں ہے کہ "صرف دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرو۔" یا "دونوں ہاتھوں سے مصافحہ نہ کرو"۔ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا افضل ہے۔

دلیل نمبر ا: بَابُ الْمُصَافَحَةِ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ عَلَّمَنِی النَّبِیُّ ﷺ التَّشَهُّدَ وَ كَفِّی بَیْنَ كَفَّیْهِ.

(بخاری باب المصافحة)

ترجمہ: یہ باب ہے ہاتھ ملانے کے بیان میں، اور فرمایا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ مجھے نبی ﷺ نے اس حالت میں التحیات سکھائی کہ میری ہتھیلی حضور ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی۔

دلیل نمبر ۲: ابْنَ مَسْعُوْدٍ یَقُوْلُ عَلَّمَنِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ كَفِّیْ بَیْنَ كَفَّیْهِ التَّشَهُّدَ كَمَا یُعَلِّمُنِی السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

(بخاری ص ۹۲۶ ج۲ باب الاخذ بالیدین)

"ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس ﷺ نے

اس حالت میں التحیات سکھائی کہ میری ہتھیلی حضور ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی اور التحیات اس طرح سکھائی جیسا کہ قرآن کریم کی سورتیں سکھایا کرتے تھے۔ التحیات للہ والصلوات والطیبات ۔۔۔"

(بخاری)

دلیل نمبر ۳: بَابُ الْاَخْذِ بِالْیَدَیْنِ وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ ابْنَ الْمُبَارَکِ بِیَدَیْهِ. (بخاری ص ۹۲۶ ج ۲)

ترجمہ: امام بخاریؒ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے باب کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ حماد بن زیدؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ (دونوں امام بخاریؒ کے استاد ہیں)

19: مخلوق کو "مولا" کہنا

دلیل نمبر ۱: آیتِ کریمہ:

هُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰهُ. (۷۶:۱۶)

ترجمہ: "وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے" ۔ اللہ تعالیٰ نے آقا کو غلام کا مولا فرمایا۔

دلیل نمبر ۲: حدیث: رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہؓ کو فرمایا: انت اخونا و مولانا۔ (بخاری ص ۵۲۸ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۳۳ ج ۷)

دلیل نمبر ۳: حدیث: رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کو فرمایا کہ وہ اپنے آقا کو کہیں سیدی ومولائی۔ (بخاری ص ۳۴۶ ج ۱)

دلیل نمبر ۴: امام حسن بصریؒ کو لوگ مولانا الحسن کہتے تھے۔

(مصنَّف ابن ابی شیبہ ص ۳۰۶ ج ۸، تہذیب التہذیب ص ۲۶۳ ج ۲)

لہٰذا کسی عالمِ دین کو مولانا کہنا بالکل درست ہے۔

20: سورہ حج میں صرف ایک پہلا والا سجدہ ہے

ہمارے نزدیک سورہ حج میں صرف ایک سجدہ ہے پہلا والا۔ کیونکہ احادیث مبارکہ سے ایسے ہی ثابت ہے۔ کسی ایک بھی صحیح صریح غیر معارض میں نہیں ہے کہ سورہ حج میں دو سجدہ واجب ہیں۔ سورہ حج میں صرف ایک سجدہ ہونے کے کچھ دلائل پیش کر رہا۔

دلیل نمبر ۱: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: فِی الْحَجِّ سَجْدَةٌ وَاحِدَةٌ. (مصنَّف ابن ابی شیبہ ص ۴۶۴ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سورہ حج میں ایک سجدہ ہے۔

دلیل نمبر ۲: عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ: فِی الْحَجِّ سَجْدَةٌ وَاحِدَةٌ. (مصنَّف ابن ابی شیبہ ص ۴۶۴ ج ۱)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ سورج میں ایک سجدہ ہے۔

دلیل نمبر ۳: عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَالْحَسَنِ قَالَا فِی الْحَجِّ سَجْدَةٌ وَاحِدَةٌ الْأُوْلٰی مِنْهَا.

(مصنَّف ابن ابی شیبہ ص ۴۶۴ ج ۱)

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیّب اور حضرت حسن نے فرمایا کہ سورہ حج میں ایک ہی سجدہ ہے پہلا والا۔

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سورہ حج میں دو سجدہ ہیں، اس کے لئے ان کے پاس صرف دو دلیلیں ہیں۔

غیر مقلدین کی دونوں دلیلوں کے جواب

غیر مقلدین کی پہلی دلیل: عن عقبة بن عامرؓ قال قلت یا رسول الله فضلت سورة الحج بان فیها سجدتین قال نعم ومن لم یسجد فلا یقرأهما.

(ترمذی، ابوداؤد)

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے، امام ترمذیؒ نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: لیس اسنادہ بالقوی۔ (ترمذی ص ۱۲۸ ج ۱) اس حدیث میں ابن لہیعہ اور مشرح بن ھاعان دونوں ضعیف راوی ہیں۔

غیر مقلدین کی دوسری دلیل: عن عمرو بن العاصؓ قال اقرأنی رسول الله ﷺ خمس عشرة سجدة فی القرآن منها ثلث فی المفصل وفی سورة الحج سجدتین. (ابوداؤد، ابن ماجه)

جواب: یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں عبداللہ بن منین مجہول راوی ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۵۰۸ ج ۲) اور حارث بن سعید غیر معروف راوی ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۴۳۴ ج ۱) عبدالحقؒ اور ابن القطانؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

21: خصی جانور کی قربانی جائز ہے

پوری امت مسلمہ کہتی ہے کہ خصی جانور کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے خود دو خصی جانوروں کی قربانی کی ہے۔ لیکن غیر مقلدین میں سے مسعودی فرقہ نام نہاد جماعت المسلمین والے کہتے ہیں کہ خصی جانور کی قربانی جائز نہیں۔ خصی جانور کے بارے میں واضح ممانعت کسی ایک بھی حدیث میں نہیں۔ کوئی ایک بھی ایسی حدیث نہیں جس میں یہ ہو کہ خصی جانور کی قربانی صرف رسول اللہ ﷺ کی خاصیت ہے؟ کوئی ایک بھی ایسی حدیث نہیں جس میں یہ ہو کہ خصی جانور عیب دار ہے؟

دلیل: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ ؓ قَالَ: ذَبَحَ النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ الذَّبْحِ کَبْشَیْنِ اَقْرَنَیْنِ اَمْلَحَیْنِ مُوْجَأَیْنِ.

(ابو داؤد ص ۳۰ ج ۲ باب ما یستحب من الضحایا، مشکوٰۃ ص ۱۲۸ باب ما فی الاضحیۃ)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن دو خصی سینگ والے چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی۔

22: پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رُخ ہونا اور پیٹھ کرنا منع ہے

دلیل نمبر ۱ : عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَا اَتَیْتُمْ

الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا بِبَوْلٍ وَلَا غَائِطٍ.

(بخاری ص۵۷ ج ا. مسلم ص ۱۳۰ ج ا ، ترمذی باب فی النهی عن الاستقبال، ابن ماجه باب الاستنجاء بالاحجار، واللفظ لمسلم)

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم بیت الخلاء آؤ تو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ رُخ کرو نہ پیٹھ کرو۔

دلیل نمبر ۲: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ عَلٰی حَاجَتِهٖ فَلَا یَسْتَقْبِلَنَّ الْقِبْلَةَ وَلَا یَسْتَدْبِرْهَا. (مسلم ص ۱۳۱ ج ا)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے قضاء حاجت کے لیے بیٹھے تو وہ ہرگز قبلہ کی طرف رُخ بھی نہ کرے اور ہرگز پیٹھ بھی نہ کرے۔

دلیل نمبر ۳: قَالَ اَبُوْ اَیُّوْب فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِیْضَ قَدْ بُنِیَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ.

(بخاری ص۵۷ ج ا ، مسلم ص ۱۳۰ ج ا ، ابوداؤد باب کراهية استقبال القبلة، ترمذی باب فی النهی عن الاستقبال)

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ملک شام میں آئے تو

ہم نے بیت الخلاء قبلہ رُخ بنے ہوئے پائے ہم تو رُخ تبدیل کر لیتے تھے اور اللہ سے استغفار کر لیتے تھے۔

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ پیشاب و پاخانہ کرتے وقت بغیر کسی عذر کے قبلہ رُخ ہونا اور پیٹھ کرنا ہر صورت میں ناجائز ہے آبادی میں ہو یا صحراء میں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ بول و براز کے وقت قبلہ رُخ ہونے اور اس کی طرف پیٹھ کرنے سے بچتے تھے، اور اگر کہیں بیت الخلاء قبلہ رُخ بنے ہوئے بھی ہوتے تو رُخ بدل کر بیٹھتے تھے۔ لیکن ان صحیح، صریح، مرفوع احادیث کے خلاف غیر مقلدین حضرات کا کہنا ہے کہ پیشاب و پاخانہ کرتے وقت قبلہ رُخ ہونا یا پیٹھ کرنا بالکل جائز ہے مکروہ بھی نہیں۔

23: تقلید شخصی واجب ہے

ایک ہے کسی کی بھی تقلید نہ کرنا یعنی غیر مقلد ہونا۔ اس طرح سے آدمی اپنے نفس کا پیروکار ہو جاتا ہے جو مسئلہ جو حدیث جیسے خود کو سمجھ میں آئے اس طرح سے آدمی بہتا چلا جائے گا۔ ہندوستان میں انگریز کے آنے کے بعد غیر مقلدین پیدا ہوئے اس سے پہلے والے زمانوں میں غیر مقلدین نہ تھے۔ اور ایک ہے تقلید کرنا۔ یعنی آدمی کسی فقیہ امام مجتہد کے علم پر اعتماد رکھتا ہے کہ اس نے شرعی مسائل کو قرآن و احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں صحیح سمجھا ہوگا اور اس فقیہ

مجتہد پر حسن عقیدت رکھتے ہوئے اس کے بتائے ہوئے مسائل پر اس کو حق سمجھتے ہوئے بغیر اس سے دلیل کا مطالبہ کیے اس کی اتباع کرتا ہے۔ اگر چہ اپنی جگہ فقیہ مجتہد کے بتائے ہوئے مسائل پر دلائل ہوتے ہیں۔ اب اگر کوئی صرف ایک ہی فقہ کے امام کی تقلید نہ کرے بلکہ ایک مسئلہ ایک فقہ سے اور دوسرا مسئلہ دوسری فقہ سے لے، اپنی چاہت پر اپنے دل سے جو مسئلہ جس کا اچھا لگے اس کو لے تو اس کو تقلید مطلق کہتے ہیں اور یہ گمراہی کا سبب ہے کیونکہ اس وقت یہ بھی غیر مقلد کی طرح نفس کا پیروکار ہو جائے گا، جو مسئلہ اپنے نفس کو اچھا لگے گا وہی لے گا۔ جیسے ڈاکٹر اسرار احمد اور اس کا تربیت یافتہ شبیا احمد۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے رسالہ ماہنامہ میثاق ص ۵۰ ستمبر ۱۹۸۴ء میں لکھا ہے کہ "میں نیم مقلد ہوں پانچ کا، چار تو اہلسنت کے متفق علیہ ائمہ اربعہ ہیں اور پانچویں امام بخاری" پانچ کے دائرے میں نیم تقلید کی نئی فقہی اصطلاح قائم کر کے تقلید مطلق کی وجہ سے خود بھی گمراہ ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے (اگر چہ ان دونوں کے گمراہ ہونے کا بڑا سبب یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات عقائد میں مودودی جیسے گمراہ کی ہی پیروی کرتے ہیں)۔ اور اگر صرف ایک ہی فقہ کے امام کی تقلید کرے تو اس کو تقلید شخصی کہتے ہیں۔ ایک فقہ کی پابندی واجب ہے ورنہ آدمی خودرائی و خودغرضی کا شکار ہوسکتا ہے۔ تقلید کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ گمراہ ہو کر اتباع ہوئی کا شکار نہ ہو جائے جبکہ ائمہ عظام سے پہلے کا دور خیر القرون کا دور تھا وہاں لوگ اپنی مرضی چلانے کی بجائے صحابہ کرامؓ سے پوچھ لیتے تھے۔ اس کے بعد یا تو خود مجتہد

ہوتے تھے یا کسی نہ کسی امام کے مقلد ہی ہوا کرتے تھے۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ احادیث جمع کرنے والے تمام ائمہ محدثین مقلد تھے۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابن ماجہؒ، امام نسائیؒ، امام بیہقیؒ یہ سب امام شافعیؒ کی تقلید کرتے تھے۔ امام ابو داؤدؒ امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید کرتے تھے۔ محدث یحیٰ بن معینؒ، محدث یحیٰ بن سعید القطانؒ، محدث وکیع بن جراحؒ، محدث امام طحاویؒ، محدث امام زیلعیؒ، محدث یحیٰ بن ابی زائدہؒ حنفی مسلک کے تھے۔ جب غیر مقلدین حضرات ہمارے مقلدین علماء کرام کا ترجمہ قرآن معتبر نہیں سمجھتے تو پھر ان کی مرتب کردہ احادیث پر کس دلیل سے اعتماد کرتے ہیں؟ کتب حدیث میں مرتب شدہ احادیث کے تمام راوی کسی نہ کسی فقیہ کے مقلد تھے۔ تقلید کے وجوب پر قرآن و احادیث سے بہت دلائل ہیں۔ اس کے لیے حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کی کتاب "تقلید کی شرعی حیثیت" ضرور پڑھیں۔